گلزارِ طریقت

حضرت پیر خواجہ محمد بخش صاحبؒ
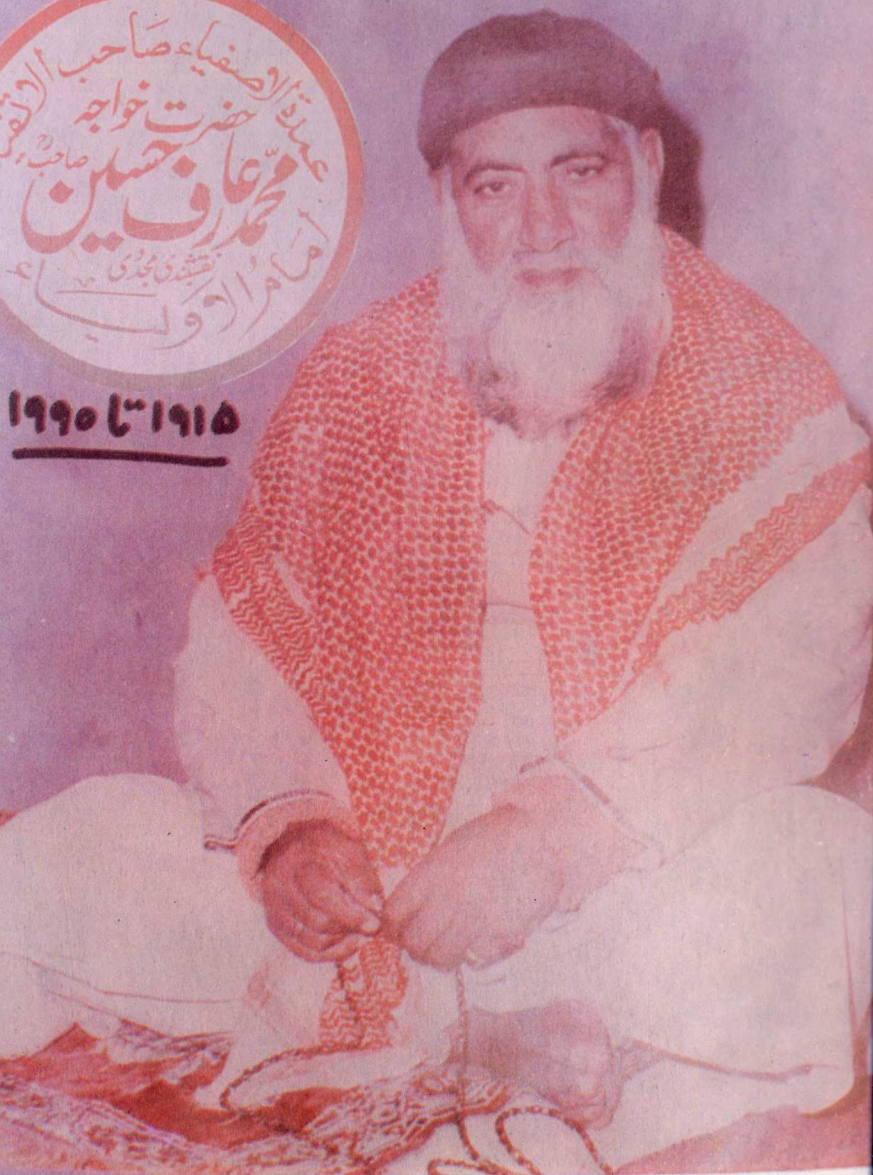
حضرت پیر خواجہ محمد عارف حسین صاحبؒ
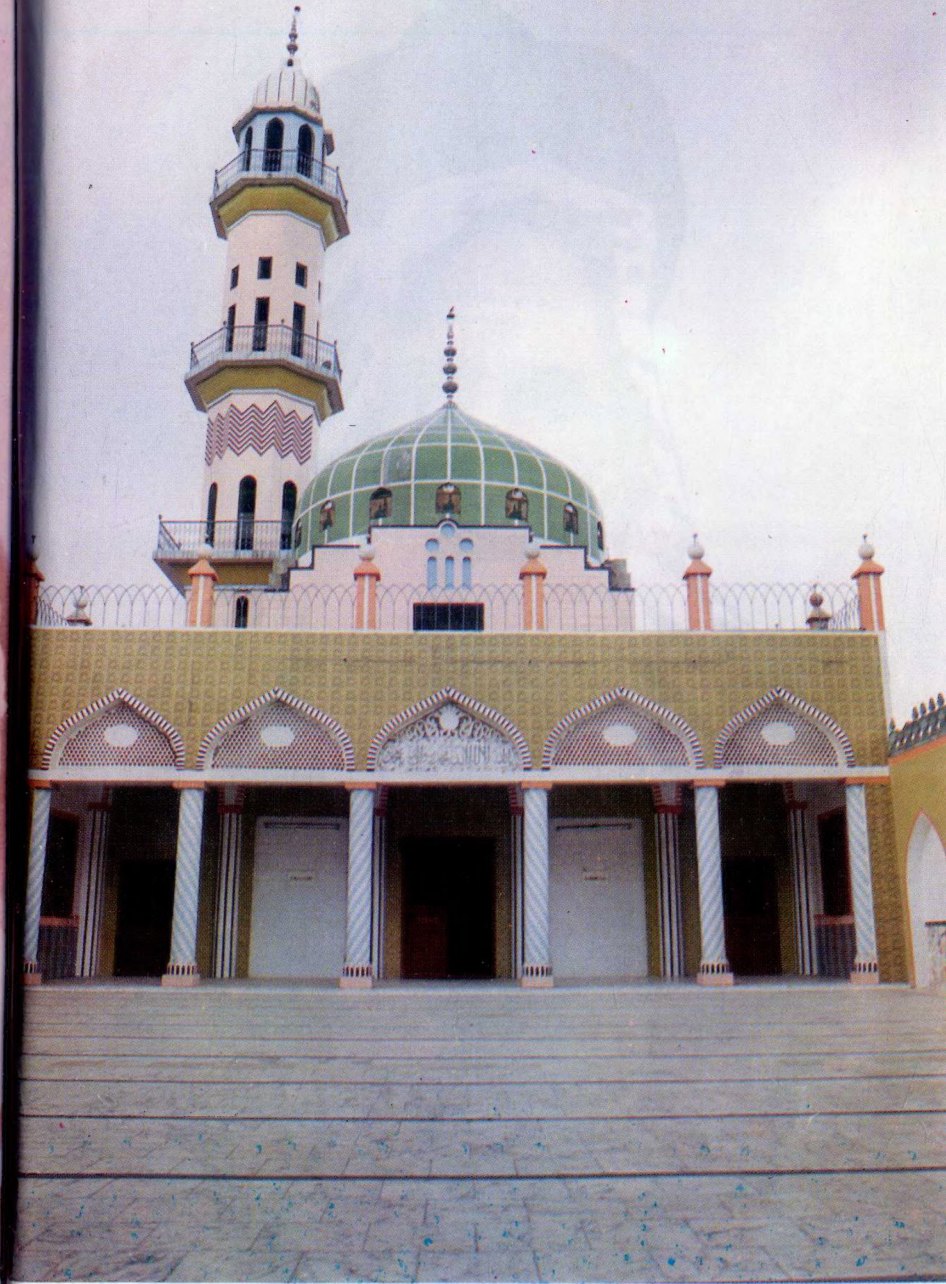
مسجد دربار لکھن شریف

سراج السالکین
حضرت خواجہ پیر
محمد عارف حسین رحمۃ اللہ علیہ
صاحب
نقشبندی
مجددی

روضہ مبارک کا اندرونی منظر

حضرت پیر خواجہ محمد عارف حسین صاحبؒ

حضرت پیر خواجہ محمد سرور سلطان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحز نون

گلزارِ طریقت

سوانح حیات محبوب سبحانی قطب ربانی غوث زماں،

ولی کامل اعلیٰ حضرت خواجہ پیر محمد بخش صاحب

نقشبندی مجددی والی دربار لکھن شریف نزد جلوموڑ ضلع لاہور

با اجازت

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب آستانہ عالیہ لکھن شریف

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۴ جولائی ۱۹۸۰ء

با اجازت (دوسرا ایڈیشن) جولائی 2008

حضرت خواجہ پیر سرور سلطان صاحب سجادہ نشین دربار لکھن شریف

(جلوموڑ۔ ضلع لاہور)

نام کتاب	....	گلزار طریقت
مصنف	....	ڈاکٹر خلیل احمد خلیل
بار اول	....	جولائی 1980ء
بار دوم	....	اپریل 2009ء
کمپوزنگ	....	محمد سدھیر سائیں، محمد عثمان اعظم
پریس	....	کلاسیک پرنٹرز گوالمنڈی لاہور
تعداد	....	1000
قیمت	....	پاکستان -/200 روپے

ملنے کا پتہ:

☆ آستانہ عالیہ دربار لکھن شریف نزد جلو موڑ لاہور

☆ صوفی محمد اصغر قادری بانی بزم صوفیاء بریڈفورڈ یو۔کے

☆ مقصود پبلشرز جیلانی سینٹر احاطہ شاہدریاں اُردو بازار لاہور

☆ مکتبہ امین خیال جیلانی سینٹر اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

حصہ اول

دیباچہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ جس نے انبیاء کرام کے بعد لوگوں کی ہدایت کے لیے اس دنیا میں اولیاء کرام کو پیدا فرمایا۔ ہندو پاکستان میں اولیا کرام نے اسلام کی شمع روشن کی انہوں نے بتوں کی پرستش چھڑا کر ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا۔ مخلوق کی نظر محسوسات سے ہٹا کر روحانیت کی طرف لگائی۔ اور لوگوں کا غیب پر ایمان پختہ کیا۔ مخلوق خدا کی بہتری کے لیے کام کیا۔ خود اپنا نیک عمل پیش کیا۔ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور اکرمؐ کی سنت کے مطابق تھی۔ اور وہ بلند درجات رکھتے تھے۔ ان کی زندگی حضور اکرمؐ کے اس ارشاد کے مطابق تھی۔ کہ اولیاء امتی کا الانبیاء بنی اسرائیل "میری امت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"۔

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب انہی اولیاء میں سے ایک ہیں کہ جن کی زندگی حضور اکرمؐ کی زندگی کا مکمل نمونہ تھی۔ جو لوگوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے تھے۔ جن لوگوں نے آپ کی عملی زندگی کا مشاہدہ کیا۔ اور صحبت نصیب ہوئی۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ جو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ فیض حاصل کرتا۔ آپ کی توجہ اور نظر کرم سے خدا کی طرف مائل ہو جاتا۔ بلکہ بعد از وصال ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی مرید نے کسی مشکل وقت میں آپ کو یاد کیا۔ آپ نے فوراً اس کی امداد کی۔

چونکہ آپ کا وصال مبارک ۱۹۴۴ء میں ہو چکا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں تقریباً بتیس سال بعد حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب نے میرے ذمے اعلیٰ حضرت کی سوانح حیات لکھنے کا کام سونپا۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ذکر کیا۔ کہ آپ کے بہت سے مریدین اس دنیائے فانی سے رخصت فرما چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ کے وقت کے جو بوڑھے لوگ موجود ہیں۔ ان سے آپ کے حالات زندگی اور کشف و کرامات معلوم کی جائیں۔ تا کہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ اور ہدایت یافتہ ہوں۔ مجھ سے پہلے میرے ایک پیر بھائی جناب محمد حنیف صاحب فوجی لانس نائیک نے سوانح عمری کا کچھ کام کیا تھا۔ وہ بھی مجھے مل گیا۔ چنانچہ اس کے بعد مزید اس کام کا آغاز کر دیا گیا۔ جب بھی لکھن شریف جاتا۔ یا دو عرسوں کے موقعوں پر جاتا۔ اعلیٰ حضرت کے ملنے والے بوڑھے آدمیوں سے ملاقات کرتا۔ آپ کے حالات پوچھتا اور ان کا مکمل انٹرویو لیتا۔ اگرچہ گھریلو کاموں یا ملازمت سے فرصت کم ملتی۔ پھر بھی کافی کوشش سے آپ کی اس سوانح حیات "گلزار طریقت" کو جولائی ۱۹۸۰ء میں مکمل کیا۔

(ڈاکٹر خلیل احمد شیخ 28/6-A ندیم شہید روڈ سمن آباد لاہور

0322-4268338

04237521687

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات زندگی

اعلیٰ حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث زمان ولیِ کامل

حضرت خواجہ محمد بخش

لکھن شریف۔ جلو موڑ لاہور

تاریخ ولادت۔ 23 نومبر 1819ء
تاریخ وصال۔ 10 اکتوبر 1944ء
کُل عمر مبارک۔ 125 سال

۱۔ابتدائی حالات

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کی پیدائش لکھن شریف میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام ملک بلند خاں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلطان بی بی تھا۔ اس وقت اس گاؤں کا نام ''لکھن کے'' تھا۔ آپ کا تعلق کھوکھر لاجپوت گھرانے سے تھا۔

۲۔آباؤ اجداد کی رہائش

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کے والدین کی زندگی کا زیادہ تر حصہ ضلع امرتسر تحصیل اجنالہ (بھارت) میں بسر ہوا۔ آپ کے دادا جان علی وال کوٹلی تحصیل اجنالہ نزد اعوان رند اس میں رہتے تھے اور اس گاؤں کے مکمل مالک تھے۔ چھ سو ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ جس میں نو کنویں اور جھلار تھی۔ اس میں بہت اچھی چھمب بشکل جھیل تھی۔ جب پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دورِ حکومت شروع ہوا تو اس کے ظلم و ستم نے عوام کا سکون چھین لیا تھا۔ وہ اسلام کے خلاف بہت زہر اگلتا تھا۔ وہ اور اس کے کارندے مسلمانوں کو مذہب سے برگشتہ کرنے کے لیے تنگ کرتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار اور دادا جان کو چار مرتبہ سکھوں سے لڑائی کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان لڑائیوں میں سکھ ہی موت کے گھاٹ اترے۔ اور اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ آخر کار انہوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے اور اسلام کی خاطر تمام جائیداد چھوڑ کر ہجرت اختیار کی اور بلھڑوال سارنگڑا میں رہائش پذیر ہوئے۔ پھر وہاں چند یوم ٹھہر کر موضع بوت تحصیل بھگتا نوالہ ضلع امرتسر میں تشریف لے گئے۔ چونکہ اس جگہ آپ کے پرانے رشتہ دار تھے۔ ان کے پاس کچھ مدت

قیام کیا۔ اس کے بعد موضع نیشٹہ المشہور رنز د اٹاری شام سنگھ میں اپنا مکان اور ایک حویلی بنائی۔ جہاں ڈیڑھ سال تک قیام رہا۔ اس کے بعد وہ بھی کسی غریب آدمی کو دے کر موضع ''لکھن کے''، تحصیل و ضلع لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں آپ نے مستقل رہائش اختیار کی۔

۳۔ بیری کا درخت

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم ملک بلند خاں صاحب نے موضع ''لکھن کے'' میں مکان کے لیے ایسی جگہ کو منتخب کیا جہاں بیری کا ایک پرانا درخت تھا۔ جس کے نیچے تمام مذاہب والے اپنے اپنے خیال کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔ اور منتیں اور دعائیں مانگتے تھے۔ ان کی دعائیں قبول ہو جاتی تھیں۔ سب کا یہی خیال تھا کہ یہاں پر کسی کا مزار ہے یا اس بیری میں تصرفات موجود ہیں۔ آپ کے والد محترم نے بیری کا درخت کاٹ کر اس کی لکڑی مکان کی چھت کے لیے استعمال کی۔ اور ۱۸۱۷ء میں یہ مکان تعمیر ہوا۔ اب وہ نور جس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی تھیں، ۱۸۱۹ء میں ظہور پذیر ہوا۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ آپ کے والد صاحب آپ کو اپنے ہمراہ راولپنڈی لے گئے آپ کے والد محترم وہاں بیل گاڑی کا کام کرتے تھے۔ وہاں پانچ مہینے قیام کے بعد واپس لکھن شریف تشریف لے آئے۔ ایک بار آپ والد صاحب کے ساتھ دہلی گئے۔ وہاں جامع مسجد کے خطیب مولوی کریم بخش سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات ہوتے ہی انہوں نے حضرت صاحب کو گود میں بٹھالیا اور بہت پیار کیا۔ مولوی صاحب کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے ملک بلند خاں

صاحب سے درخواست کی کہ اس بچے کو میرے پاس چھوڑ دیجئے۔ یہ میرے پاس رہیں۔ ان کے بار بار اصرار کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ چھ سال تک وہاں رہے۔ اب آپ کی عمر گیارہ برس کی ہوئی۔

۴۔ شاہ جی سے ملاقات

جب آپ دہلی کی جامع مسجد میں رہ رہے تھے۔ آپ کی ملاقات ایک مجذوب سالک درویش سے ہوئی۔ جن کی نسبت سادات خاندان سے تھی۔ جب انہوں نے حضرت صاحب کے چہرے پر نگاہ ڈالی، جوہر قابل کو پہچان لیا۔ کیونکہ ولی، ولی کو پہچانتا ہے۔ لہذا آپ کو خود بخود بیعت کرلیا اور آپ کو خرقہ درویشی پہنا دیا، اور وہ درویش دہلی کے نواحی علاقے میں چلے گئے۔ وہاں انہوں نے وفات پائی۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ واپس لکھن شریف چلے آئے۔

۵۔ آپ کا کاروبار

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جوانی میں اپنے والد محترم کے ساتھ بیل گاڑیوں کا کام شروع کیا اور کافی سالوں تک یہ کام کرتے رہے، لوگوں کا تجارت کا سامان کرائے پر ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے۔ آپ زیادہ تر راولپنڈی، لاہور، جہلم، کشمیر، اور دہلی کی طرف سامان لے جاتے اور رزق حلال کماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت باقاعدگی سے کرتے تھے۔ کاروبار میں جو کچھ کماتے، راہ حق میں خرچ کردیتے۔ ایک بیل گاڑی میں لنگر کا سامان ہوتا تھا۔ جہاں کہیں قیام فرماتے، غریبوں اور مساکین میں تقسیم فرماتے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیاوی مال امانت ہے۔ جب تک اسے واپس نہ کیا جائے ایمان مکمل

نہیں ہوتا۔ آپ کے والد ماجد تقریباً ۸۰ سال تک اس کارِ خیر میں مصروف رہے
اور ۱۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے
اپنے دادا جان کو اپنی ہوش میں اچھی طرح دیکھا ہے۔

۶۔ لکھن شریف میں مستقل قیام

جب آپ نے حضرت خواجہ پیر محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی سے سلسلہ
طریقت قائم کیا۔ آپ کو تاج خلافت پہنایا گیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ کو
وہاں سے رخصت مل گئی۔ حضرت خواجہ موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام خلفاء کو جمع کر کے
فرمایا، جسے مجھے ملنے کی خواہش ہو۔ وہ لکھن شریف میں خواجہ محمد بخش کے پاس
جائے، جس نے محمد بخش سے ملاقات کی اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ آپ کے
پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق چار خلفاء آپ کیساتھ لکھن شریف تک آئے۔
ایک مرتبہ مرشد نے آپ کے متعلق فرمایا کہ اگر دیگر تمام خلفاء سے توجہ ہٹالوں تو
تمام خلفاء مقاماتِ بلند سے گر جائیں لیکن ہمارے لاہور والے خلیفہ محمد بخش اپنے
پاؤں پر خود کھڑا ہونے کی قابلیت اور روحانیت رکھتے ہیں۔

۷۔ آپ کا مسلک و مشرب

آپ مسلک شریعت میں امام اعظم کے مقلد تھے۔ اور طریقت میں
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پر کاربند تھے۔ آپ نے مختلف بزرگان دین سے ملاقاتیں
کیں۔ سب نے مشاہدہ کے بعد آپ کے حسن سلوک کی تعریف کی۔ آپ کا قول
ہے کہ خواہشات اور تصورات باطلہ کو ترک کرنے سے زندگی کو بقا ملتی ہے۔ اور

حرام روزی، تکبر، فحش بیانی، بد اخلاقی اور دنیا کی محبت فیض حقیقی سے محروم رکھتی
ہے عرفان الٰہی کے حصول کی خاطر حلال روزی، سخاوت، شفقت، ریاضت و
مجاہدہ صبر و استقلال۔ تقویٰ اور قضائے الٰہی پر شاکر رہنا ضروری ہے۔ ظلم و تشدد
بے جا غصہ اور سنگدلی قابل مذمت ہے۔ حضور اکرمؐ کی زندگی کا نمونہ ہر سچے
مسلمان کے لیے نہ صرف اس کی عاقبت سنوارنے کا موجب ہے۔ بلکہ وہ اس پر
عمل کر کے اپنی روز مرہ زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔

۸۔ حلیہ مبارک

حضرت خواجہ محمد بخش کا قد درمیانہ اور جسم مضبوط تھا۔ رنگ گندمی اور سر
مبارک متوسط درجہ گول تھا۔ پیشانی چمکدار اور فراخ تھی پیشانی پر چار لکیریں تھیں۔
جوانی میں لمبی زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ اپنی زلفوں کو رات کے وقت درخت
سے باندھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں زلفیں منڈوا دی
تھیں آنکھوں میں سرخ رگیں جلال و مستی کا پیغام دیتی تھیں۔ داڑھی مبارک لمبی
اور گھنی تھی۔ جو ستر ۷۰ برس کی عمر میں سفید ہو گئی تھی۔ آپ کی چھاتی کشادہ اور
مضبوط تھی۔ جس پر کثرت سے بال تھے۔ اس کے علاوہ مزاج میں تکلف نہ تھا۔
ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تاہم صفائی اور پاکیزگی بہت تھی۔ بعض اوقات عمدہ لباس
پہنتے تھے۔ سر پر دستار آپ کے چہرے کی رونق بڑھا دیتی تھی۔ آپ بعض اوقات
سفید شلوار بھی پہنتے تھے۔ لمبی آستینوں والی قمیض کے علاوہ عرس مبارک کے موقع
پر ریشمی سیاہ رنگ کے جبہ کا استعمال بھی فرماتے تھے۔ عشق و مستی میں ہمیشہ آپ
کی آنکھیں آدھی کھلی رہتیں۔ اور نظریں ہمیشہ نیچی رہتیں۔ آپ نے وفات سے
چند منٹ پہلے آنکھیں مکمل طور پر کھولیں اور تمام خلفاء اور مریدین پر نگاہ کرم کی۔

اپنی عمر کے ایک حصے میں رات کو ذکر الٰہی کرتے وقت ایک خاص قسم کی ٹوپی سر پر پہن لیتے جو گندم کے باریک بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ ہر جمعہ کو کپڑوں کا جوڑا بدلتے۔ خوشبو اور عطریات کے دلدادہ تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ خدا کی نعمت کا شکر کرو اور اس کا اپنے اوپر اظہار بھی کرو۔

۹۔ سیرت مبارک

آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ آپ ایک فرشتہ سیرت انسان گزرے ہیں۔ ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ ممنوع اور نشہ آور چیزوں سے پرہیز فرماتے تھے۔ حقہ نوشی سے سخت نفرت تھی۔ آپ نرم طریقہ سے باتیں کرتے، اور خاموش طبع بھی تھے۔ فضول گفتگو پسند نہ فرماتے۔ ہر وقت ایسا محسوس ہوتا کہ کسی سوچ بچار میں محو ہیں۔ نہائت سخی اور فیاض تھے۔ دنیاوی عزت اور رعب کو برا سمجھتے۔ اپنے پاس آنے والے ہر آدمی کی عزت کرتے لیکن زیادہ ملنے والے مریدین اور واقف لوگوں کی خاص قدر فرماتے۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز اشراق اور چاشت بھی پڑھتے تھے۔ اللہ نے آپ کو عقل و بصیرت کا ایسا خزانہ عطا کیا ہوا تھا جس سے ہر مشکل سے مشکل کام حل فرماتے۔ زندگی میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی۔ آپ فرماتے جب تک کسی کے آداب و اخلاق درست نہ ہوں اس کی عبادت اور عمل ناقابل قبول ہے۔ جب آپ نیند فرماتے آپ کے سینے مبارک سے اللہ ہو کی دھیمی آواز سنائی دیتی اور آواز قریب بیٹھ کر کان لگانے سے سنی جا سکتی۔ آپ دوران سفر اپنے ساتھ ایک مصلاً، لوٹا، تسبیح اور عصاء رکھتے تھے۔ سفر میں بھی نماز کی باقاعدہ پابندی فرماتے۔ آپ کا ہر قول و فعل سنت رسول

کے بالکل مطابق ہوتا تھا۔ آپ کی شرافت کی وجہ سے شروع زندگی میں لوگ آپ کو سائیں کہہ کر پکارتے تھے۔

۱۰۔ مریدین کو نصیحت

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب اپنے مریدین کی روحانی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد نماز پنجگانہ پابندی احکام شریعت، ورد کلمہ توحید اور درود شریف کی تاکید فرماتے۔ نیز تمام منشیات حقہ نوشی، ناچ گانے اور فضول خرچی سے منع فرماتے، آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ محبوب حقیقی کی پہچان کے بعد صدق الیقینی اور عجز و انکساری ایک لازمی امر ہے۔ آپ کی باتیں سننے کے بعد ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی کہ آئندہ وہ گناہ نہیں کرے گا۔ آپ کی باتیں سن کر ایک پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا۔ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بیعت حرام ہے حضرت پیر محمد عارف حسین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تین آدمیوں کے لئے بہت سے خطرات ہیں اور ان کے لئے صحیح مسلمان بننا بہت مشکل ہے۔
(۱) سیّد (۲) صاحبزادہ (۳) عالم۔ اگر یہ تینوں صحیح مسلمان بن جائیں تو لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

۱۱۔ حلال و حرام میں تمیز

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ آپ حلال روزی پر بہت زور دیتے تھے۔ اور خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ آپ نے بکری رکھی ہوئی تھی۔ بکری بھاگ کر کسی دوسرے کسان کے کھیت میں چلی

گئی۔ اور وہاں سے چارہ کھایا۔ جونہی آپ کو معلوم ہوا تو آپ بکری کو پکڑ کر لے
آئے۔ اور خوب سزا دی اور فرمایا کہ ہم کو حرام دودھ پلانا چاہتی ہے؟ آپ نے
اس بکری کا تین دن تک دودھ نہیں پیا تھا۔ بلکہ دودھ اس کھیت کے مالک کے گھر
بھیج دیتے تھے۔ آپ نے تین دن تک گھر کا چارہ کھلایا۔ اس کے بعد دودھ گھر
میں استعمال کیا۔

۱۲۔ ازدواجی زندگی

آپ نے زندگی میں چار شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی شادی موضع لکھن
شریف کے ایک شریف گھرانے میں ہوئی۔ شادی کی تمام رسومات سنتِ محمدی
کے عین مطابق ادا کی گئیں۔ آپ کی پہلی بیوی کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگئی۔ اس
کے بعد اپنے ماموں جان کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ ازواج مطہرات نہائت
پاکدامن اور اوصافِ حسنہ کی مالک تھیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمدردی کے جذبہ
سے نوازا تھا۔ جب کبھی آپ باہر دور تشریف لے جاتے، دربار شریف میں حاضر
ہونے والے عقیدت مندوں کی خدمت کرنے میں کمی نہ کی جاتی۔ آپ کی دوسری
اہلیہ کے شکم پاک سے چار بچے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیاری
ہوگئیں۔ پھر آپ نے تیسرا نکاح کرلیا۔ جس سے آٹھ بچے پیدا ہوئے۔ ان میں
سے اکثر بچے ابتدا ہی میں فوت ہوگئے۔ اِس وقت آپ کے فرزندانِ ارجمند میں
سے حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب زندہ ہیں اور مادر زاد ولی اللہ ہیں۔
جو کہ منبع فیض اور چشمہ نورِ عرفان ہیں۔

نوٹ: اس وقت دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں
۱۹۹۰ء میں آپ کا وصال ہو چکا ہے

۱۳۔ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی پیدائش ۲۴۔ دسمبر 1915ء
بروز جمعہ بمطابق ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بوقت ڈیڑھ بجے دن ہوئی۔
اعلیٰحضرت نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ آپ صاحبزادہ
سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب اپنے والد
محترم کی زندگی کا مکمل نمونہ ہیں۔ آپ جب انتیس ۲۹ سال کے تھے تو اعلیٰحضرت
کا وصال مبارک ہوا۔ وصال مبارک سے پہلے اعلیٰ حضرت نے آپ کو گلے لگالیا
اور تمام علم لدنی اور روحانی علوم کے خزانے صاحبزادہ صاحب کو منتقل کردیئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے اپنے صاحبزادہ کی
فضلیت کے بارے میں فرمایا کہ میں خواب میں حضرت رسول اکرمؐ کے پیچھے مسجد
نبوی میں نماز ادا کر رہا تھا جن میں صحابہ اکرامؓ اور اولیائے کرام شامل تھے۔ نماز
سے فارغ ہونے کے بعد حضرت رسول اکرمؐ بیٹھے تھے، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی
گود میں ایک بچہ ہے۔ آپ وہ بچہ کسی کو دینا چاہتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی
اور چند دیگر اولیاء اکرام نے خواہش ظاہر کی کہ بچہ ہمیں عطا کر دیا جائے اور ہماری
نسل میں پیدا ہو۔ حضور اکرمؐ نے وہ بچہ مجھے عطا کر دیا۔ اور وہ محمد عارف حسین
صاحب ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی والدہ محترمہ بیان کرتی تھیں کہ ایک رات
مجھے خواب میں غیب سے آواز آئی کہ آسمان سے قطب ستارہ کو حاصل کرو میں نے
آسمان کی طرف دیکھا اور سیڑھی لگائی گئی اور سیڑھی پر چڑھ کر وہ قطب ستارہ پکڑ کر
اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ وہ قطب ستارہ صاحبزادہ محمد عارف حسین ہیں۔ آپ کی
والدہ صاحبہ آپ کا بہت احترام کرتی تھیں اور چار پائی پر ہمیشہ سرہانے کی طرف

بٹھائیں۔

۱۴۔ وظائف کے اوقات اور طریقے

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ایک سانس بھی یادِ حق سے غافل نہ رہے اللہ ھو وردِ زبان رہتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا ایک ایک بال ھو پکار رہا ہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے غرضیکہ آپ ہر حالت میں توحید کے سمندر میں غوطہ لگاتے۔ آپ پانچ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کے بہت پابند تھے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر یا اللہ یا ھادی یا نور کا ورد فرماتے اور سورۃ مزمل شریف اکثر پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد دعائے گنج العرش اکثر پڑھا کرتے۔ آپ ختم طریقت اور ختم خواجگان بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۳۶ء کے بعد صرف ختم طریقت عموماً پڑھا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کی سنتیں آپ گھر میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد سورۃ یٰسین تلاوت فرماتے۔ اور فرض کی نماز مسجد میں جا کر ادا فرماتے۔ فرضوں کے بعد درود اور درودِ اکبر تلاوت فرماتے۔ بعد ازاں نماز اشراق بھی ادا فرماتے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص تین بار تلاوت فرماتے اور نماز مکمل فرماتے۔

۱۵۔ آپ کی سخاوت

اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ایک مرتبہ اناج کا قحط پڑ گیا، عوام بھوک سے تنگ آ کر چوریاں کرنے لگے۔ آپ امرتسر سے تین چار من گندم خرید کر لائے۔ رات آپ عبادت میں مصروف تھے کہ ایک عورت آئی اور صحن میں رکھی ہوئی گندم سے جھولی بھر کر لے گئی۔ اس طرح دوسری مرتبہ بھی چوری کر کے چلی

گئی۔ مگر جب تیسری بار آئی تو حضرت صاحب فوراً اٹھ کر وہاں گئے اور عورت سے کہا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو۔ اس عورت نے بے بسی کے عالم میں عرض کی کہ اس کے گھر اناج نہیں اور بچے فاقہ کشی کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہیں۔ لہذا میں ان کی یہ حالت زار دیکھ کر یہ کام کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔ اس کی دکھ بھری داستان سن کر آپ کا جی بھر آیا اور فرمایا کہ جتنا دل چاہے غلہ لے جاؤ بچوں کو کھلاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب جانے لگی تو دوبارہ فرمایا، اگر پھر اناج کی ضرورت ہو تو آ کر لے جانا۔ وہ عورت نہائت ہی خوش ہو کر اور دعائیں دیتی ہوئی اپنے گھر چلی گئی۔ اس رات آپ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے روزی رساں تیرے اناج کے خزانے میں کونسی کمی ہے اور آپ ہمارے حال سے واقف ہیں۔ ہم لوگ تیرے امتحان کے قابل نہیں۔ بلکہ صرف رحم و کرم کے لائق ہیں ہم پر رحم فرما اور حلال روزی دے۔ آپ کے سوا کوئی رازق نہیں دوسرے روز صبح ہوتے ہی آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا اناج ہے بلا جھجک آ کر لے جاؤ۔ آپ نے وہ بقایا اناج پڑولے میں ڈال دیا۔ لوگ آئے اور پڑولے کے سوراخ سے نکال کر جھولیاں بھر کر لے گئے اور دربار شریف میں بھی چھ ماہ تک لنگر کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ اس کے بعد نئی گندم کا موسم شروع ہوا۔ آپ نے وہاں سے گندم نکالی تو پوری دو من تھی۔ یہ آپ کی واضح کرامت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کی روزی موجود ہے روزی کی وقتی کمی اس کا امتحان ہے۔ اہل ایمان روزی کا بھول کر بھی فکر نہیں کرتے۔ انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھا رزق دینے والا ہے۔

۱۶۔ آپ کا طریقہ بیعت

جب کوئی شخص آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو آپ فرماتے کہ اے بندہ خدا پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ اور آئیندہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے گناہ بخش دے۔ اس کے بعد آپ مرید کو کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت، کلمہ تمجید اور آخر میں درود شریف پڑھاتے۔ بیعت کرنے بعد نماز پنجگانہ، پابندی احکام شریعت، ورد کلمہ توحید اور درود شریف کی تاکید فرماتے اور تمام نشہ آور چیزوں مثلاً حقہ نوشی، افیون۔ راگ رنگ اور فضول خرچی سے منع فرماتے۔

۱۷۔ نمکین دودھ کا میٹھا ہونا

آپ موضع گلیانہ ضلع گجرات میں تشریف فرماتے۔ چند روز قیام کے بعد ایک بوڑھی عورت دودھ کا گلاس لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ قریب ہی اس عورت کا خاوند بیٹھا تھا۔ جس نے جھٹ وہ گلاس اپنی بیوی سے چھین لیا۔ اور دودھ میں چینی ڈالنے کی غرض سے واپس گھر گیا مگر جلدی میں بجائے چینی کے پسا ہوا نمک ڈال کر لے آیا۔ آپ نے دو گھونٹ پی کر باقی اہل محفل کو پینے کو کہا۔ ہر آدمی نے وہ دودھ ایک ایک گھونٹ پیا، جس کا ذائقہ نہائت ہی میٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے وہاں سے روانگی اختیار فرمائی، مگر جونہی وہ شخص گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا تو نے چینی کون سے ڈبہ سے ڈالی تھی۔ تو اس نے ایک ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ اس ڈبہ میں تو نمک پڑا تھا۔ مگر دودھ کیسے میٹھا ہو گیا۔ آخر وہ اس معاملے کو سمجھ گئے اور خاموش ہو گئے۔

۱۸۔ صدق وصبر

آپ صبراً جمیلا کا مکمل نمونہ تھے۔ اور باقی اہل طریقت کو بھی یہی سبق دیتے تھے۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کا دامن نہ چھوڑا۔ عوام کو بھی ثابت قدمی کی ہمیشہ ہدائت فرمائی۔ زندگی بھر ذاتی مفاد اور نفس امارہ کی خاطر کبھی کسی شخص سے خفا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر ہوئے بھی تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ورنہ کبھی بھی ناراضگی آپ کے قریب نہ آئی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دربار عالیہ لکھن شریف کی تعمیر ہو رہی تھی۔ معمار اور مزدور اپنے اپنے کام مصروف تھے اچانک ایک آدمی وہاں آیا۔ اس نے کسی سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے دشمن کو پکڑ کر مارنے کی کوشش کی۔ مگر اس مرد مومن نے بدلہ لینے سے انہیں روک دیا۔ بلکہ آپ نے اس شخص کو اپنے پاس بٹھالیا اور دشمنی کی وجہ پوچھی۔ اس کی دشمنی کا کوئی سبب نہ نکلا، بجائے اس کے کہ اس سے بدلہ لیا جاتا آپ نے اسے کھانا کھلا کر سمجھایا۔ اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور سلوک سے رہنے کی تلقین کی، یہ دیکھ کر حاضرین حیران تھے کہ اتنے بڑے ظالم کو فوراً معاف کر دیا۔

۱۹۔ نفس کی مخالفت

آپ کا قول ہے کہ نفس امّارہ کو مارنے کے لئے اسم ذات بکثرت پڑھنا ضروری ہے۔ نفس ذکر ربانی ہی سے پاک ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا دل چاہا کہ کوئی نہائت ہی لذیذ کڑاہی بنا کر کھائی جائے۔ اور خادمہ کو بلا کر کہا کہ لنگر کی دال لاؤ۔ خادمہ نے حکم کی فوراً تعمیل کی۔

جب وہ پکی ہوئی دال حاضر خدمت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ دال کو کسی محفوظ جگہ
پر رکھ دو یہاں تک کہ میں طلب کروں۔ چار روز گزر جانے کے بعد آپ نے وہی
باسی دال منگوائی۔ جس کی حالت گرمی کی وجہ سے بہت خراب تھی۔ خادمہ نے کہا
کہ اس دال کو بدل دوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز امانت کے طور پر رکھی تھی
وہی واپس کرو۔ لہذا وہ لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے اپنے نفس کو مخاطب
ہو کر کہا کہ کھاؤ یہ بہت لذیذ کھانا ہے آپ نے وہی باسی دال کھالی اور جو باقی بچی
اسے دوسرے دن کے لئے احتیاط سے رکھ دیا۔ حتیٰ کہ وہ پانچویں دن ختم ہوئی۔

آپ لذیذ اور مرغن کھانے استعمال نہیں کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے
کہ مرغن کھانے دل اور وجود میں چربی پیدا کرتے ہیں۔ جس سے دل ذکر کرنے
سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے ساری زندگی آپ نے لنگر کا کھانا ہی پسند فرمایا۔ جو
عام درویشوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ کھانا بھی اسی جگہ کھایا جہاں عام درویش کھاتے
تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ستو پینے کی خواہش کی۔ آپ نے خادمہ سے کہا کہ
میرے لئے ستو لے آؤ۔ یہ حکم سن کر خادمہ فوراً گئی۔ شربت بنا کر گلاس میں
بجائے ستوؤں کے کوئی کڑوی دوائی ڈال دی۔ وہ بھول گئی کیونکہ وہ دوائی بالکل
ستوؤں سے ملتی جلتی تھی۔ لہذا خادمہ نے وہ گلاس آپ کے حضور پیش کر دیا۔
جب آپ نے اسے پیا تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی کڑوی دوائی ہے۔ آپ نے خادمہ کو
محسوس نہ ہونے دیا اور تھوڑا سا محلول گلاس میں چھوڑ دیا تا کہ خادمہ بھی اس کا
ذائقہ چکھ لے جب خادمہ نے ایک گھونٹ پیا تو اپنا گلا پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اور خوف
سے کانپنے لگی کہ مجھ سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ آپ سے معافی مانگنے لگی،
لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی یہ تمہاری غلطی نہیں بلکہ یہ قصور میرے نفس کا

ہے کیونکہ یہ لذیذ اور عمدہ کھانے چاہتا ہے۔

۲۰۔ خاموشی

اعلیٰ حضرت نہائت ہی خاموش طبع مرد مومن تھے۔ جب بھی کسی سے
گفتگو فرماتے تو اسے قریب آنے لئے اشارہ کرتے۔ کسی کو دربار شریف میں اونچا
یا بے ہودہ کلام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی ایسی غلطی کرتا تو اسے اپنے پاس
بلا کر اچھے طریقے سے سمجھا دیتے۔ بہت آہستہ گفتگو فرماتے جو آپ بیان فرماتے
اگر ایک آدمی سے بات کرتے تو وہی آدمی سمجھتا اور اگر ساری مجلس کو سمجھانا چاہتے
تو ساری مجلس سمجھ جاتی لیکن بیان آہستہ ہی فرماتے۔

۲۱۔ حضرت محمدؐ مصطفیٰؐ کی مسلسل تین رات تک زیارت کرانا

سید مشتاق حسین صاحب میر پور کوٹلی کے رہنے والے تھے۔ مہاراجہ ہری
سنگھ سربراہ کشمیر سے قرآن مجید کی توہین پر جھگڑا ہوا اور ان پر مقدمہ قائم کر دیا
گیا۔ اپنے خورد ونوش اور ہائیکورٹ میں مقدمے کی پیروی کے لئے چندہ اکٹھا کیا
اور اعلیٰ حضرت لکھنوی سے چندہ لینے کے لئے آئے۔ ان کو حضرت خواجہ محمد قاسم
موہڑوی نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ پہلی رات ذکر کی محفل میں شریک ہوئے۔
اعلیٰ حضرت تمام مریدین اور حاضرین کو حسب معمول بلند آواز سے درود اور
وظائف پڑھا رہے تھے۔ جب الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پر پہنچے تو اٹھ کر
ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہوگئے۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین مجلس بھی کھڑے
ہوگئے۔ جلد آپ نے قریبی تخت مبارک کے ارد گرد کا کپڑا اٹھایا دیا۔ کیا دیکھتے
ہیں کہ حضور نبی کریمؐ تشریف فرما ہیں۔ تمام حاضرین زیارت کے بعد بے ہوش

ہو گئے۔ تین چار گھنٹے تک یہی عالم رہا۔ اللہ کا ذکر جاری تھا۔ تمام مجلس پر بے
خودی کا عالم طاری تھا۔ چار گھنٹے کے بعد سب لوگ ہوش میں آئے پھر آپ نے
کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کیا اور دعا فرمائی۔ دعا کے بعد سب کو مسجد میں بھیج دیا اور
حضرت صاحب خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ سید مشتاق حسین جب دن
چڑھنے پر دربار شریف میں حاضر ہوئے تھوڑا سا کاغذ طلب کیا۔ کاغذ لے کر محمدی
کنویں پر آئے۔ وہاں چھوٹی سی موتیا کی باغیچی لگی ہوئی تھی۔ وہاں موتیا بہت خوشبو
دے رہا تھا، اس میں بیٹھ کر تمام واقعہ جو رات کو دیکھا سی حرفی کی شکل میں لکھا
ایک ایک حرف پر شعر پڑھتے اور ساتھ ہی ساتھ کلمہ کا ورد کرتے دوسری رات بھی
درود شریف اور وظائف بلند آواز سے پڑھتے پڑھتے جب الصلوۃ والسلام علیک یا
رسول اللہ پر پہنچے تو پہلی رات کی طرح پھر حضورؐ کی زیارت ہوئی اور وہی منظر تھا
اسی طرح تیسری رات بھی وہی کیفیت طاری ہوئی۔ اس واقعہ کو حضرت پیر
محمد عارف حسین صاحب نے بیان فرمایا۔ واضح رہے کہ جس تخت مبارک پر بیٹھ کر
حضرت خواجہ محمد بخش نے تیس سال تک عبادت فرمائی۔ ایک مرتبہ حضور پاک
آپ کو ملے اور فرمایا کہ یہ تخت اب ہمارا مقام ہے۔ اب آپ تخت کے قریب اللہ
کا ذکر کیا کریں۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نیچے فرش پر بیٹھ کر ہی اللہ کی
عبادت کرتے رہے اور مذکورہ تخت مبارک پر حضورؐ اکثر تشریف لاتے تھے یہ تخت
۱۹۰۴ء میں بنا تھا۔ اس پر تقریباً تیس سال تک عبادت فرمائی۔ ۱۹۳۳ء سے
۱۹۴۴ء تک یعنی وفات تک گیارہ سال آپ اس تخت مبارک پر نہیں بیٹھے آپ تین
چار دن کے بعد ان کو چندہ دینے لگے۔ انہوں نے چندہ نہ لیا۔ اب تو میں آپ
کے پاس ہی رہوں گا۔ وہ پانچ مہینے آپ کے پاس رہے۔ اس کے بعد ایک دن بعد
از نماز فجر اعلیٰ حضرت نے اپنی دو خادموں مائی گوہراں اور مائی بھاگن سے کہا کہ

فلاں پچھلے کمرے میں جھاڑو دو اور تمام کوڑا باہر رکھ دو۔ سارا دن وہ کوڑا کرکٹ
دھوپ میں پڑا رہا۔ اعلیٰ حضرتؒ نماز ظہر سے فارغ ہو کر اس کوڑا کرکٹ کے پاس
بیٹھ گئے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے پیاز تھے۔ چند آدمیوں سے کہا کہ اس میں
سے پیازوں کو چنو۔ جب آدھے پیاز چنے گئے تو حضرت صاحب نے شاہ
صاحب سے تین مرتبہ مبارکباد کہی۔ انہوں نے تین مرتبہ خیر مبارک میں جواب
دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کس سلسلے کی مبارک باد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے
حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں آپ کے مقدمے کی اپیل پیش کی اور حضورؐ نے
اپیل منظور کر لی ہے۔ اس لئے راجہ ہری سنگھ آپ کو تار دے گا جس کی اطلاع کل
یہاں چار بجے ملے گی۔ اور کل پانچ بجے آپ ہمارے پاس نہیں رہیں گے۔
بالکل اسی طرح واقعہ ہوا اور اس کے بعد راجہ نے آپ پر مقدمہ ختم کر دیا۔

۲۲ ـ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کا واقعہ

بعد از وصال کا واقعہ: حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب بیان
فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء میں ابھی پاک بھارت جنگ شروع ہونے والی تھی کہ چھ
ستمبر کو رات ایک بجے بھارتی فوج کا کمانڈر جو واہگہ بارڈر لاہور پر مقرر تھا،
حالات کا جائزہ لینے کے لئے شالامار باغ تک گیا۔ اسے کوئی فوج نظر نہ
آئی۔ واپس گیا اور اپنی فوج کو ساتھ لے کر لاہور پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ
ہوا۔ جب بی آر بی نہر کے پل کے قریب واقع جلو موڑ پر پہنچا وہاں پل پر حضرت
خواجہ محمد بخش دربار لکھن شریف والے کھڑے تھے۔ آپ نے بھارتی فوج کے
کمانڈر کی جیپ کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ آپ کے ہاتھ کے اشارے سے اس کو ایسا
معلوم ہوا جیسے بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ اس نے جیپ کو روک لیا اور بابا جی سے

پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے کہا آگے پاکستان کی فوج ہے۔ اگر آپ آگے گئے تو آپ گھیرے میں آجائیں گے۔ اس نے کہا آپ کون ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہمارا مقام لکھن شریف ہے۔ اتنا جواب دینے کے بعد آپ نہر کے کنارے کنارے چل پڑے اور غائب ہوگئے۔ اس نے فوراً پیچھے فوج کو وائرلیس کر دی کہ رک جاؤ اور واپس چلو۔ اس حالت میں وہ تین گھنٹے تک رکے۔ اتنی دیر میں پاک فوج بھی آتی رہی۔ اور دفاع کی تیاری مکمل ہوئی۔ بھارتی فوج نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اور وہ بھارتی کمانڈر اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار ہوا۔ یہ واقعہ کمانڈر نے کوٹ لکھپت جیل کے سپرنٹنڈینٹ امان الحق اور ڈپٹی سپرنٹنڈینٹ طور صاحب کو سنایا۔ اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کے فضل احمد صاحب نے یہ واقعہ سنا۔ اس کے بعد وہ دربار لکھن شریف پر حاضری دیتے رہے۔

۲۳۔ بلند آواز سے ذکر کرنا

اعلیٰ حضرت لکھنوی کا بلند آواز سے ذکر کرنا اکثر طریقہ تھا۔ گھر میں بازاروں میں گلیوں میں، جہاں کہیں بھی جاتے مجالس اور محافل میں اونچی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے۔ عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین کرتے۔ مریدین اور دیگر لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے بلند آواز سے ذکر کرتے دیکھے گئے۔ جب آپ اس طرح ذکر کرتے تو روح پرور نظارہ بن جاتا۔ لوگ وجد میں آجاتے۔ اور لوگ بھی آپ کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے تھکتے نہ تھے۔ پوری زندگی آپ کا یہی طریقہ تھا۔

۲۴۔ بلند آواز سے ذکر کرنے کا فائدہ

اگرچہ اعلیٰ حضرت خاموش عبادت بھی کرتے تھے لیکن بلند آواز سے ذکر کرنے میں جو کشش پیدا ہوتی تھی وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ بچے، بوڑھے اور جوانوں میں ایک آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنے سے روح پرور منظر پیدا ہو جاتا ہے۔ جب آپ بلند آواز سے ذکر کرتے تو لوگ آپ کی طرف اس طرح کھنچے چلے آتے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ جب آپ کے ساتھ چند آدمی مل کر گلیوں بازاروں میں ذکر کرتے تو جو آدمی دیکھتا یا قریب سے گزرتا، اس کی زبان سے کلمہ جاری ہو جاتا۔ اعلیٰ حضرت اپنی زندگی میں کلمہ طیبہ کے علاوہ درود شریف اور دیگر وظائف بلند آواز سے پڑھاتے۔ بلند آواز سے ذکر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں وہ دوسروں کے ساتھ مل کر صحیح تلفظ کے ساتھ زبانی بھی یاد کر لیتے ہیں۔ اور ساری زندگی ان کے وظائف بھی جاری رہتے ہیں۔

۲۵۔ بغیر کشتی کے دریا پار کرنا

مائی جھنڈو لاہور والی جو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آٹھ نو سال رہی اور بہت نعت خوانی کرتی تھی۔ وہ بعض اوقات آپ کے ساتھ سفر پر بھی جاتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے آدمیوں کے علاوہ میں بھی تھی۔ ہم نے موضع چوہنگ کی طرف سے راوی دریا کو پار کر کے موضع سعد جانا تھا۔ دریا پر کشتی دوسری طرف تھی۔ ملاح سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اِدھر جب کشتی بھر جائے گی تو پھر اُدھر جاؤں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کہا

کہ ہم تو کشتی کے لئے پورے ہیں۔ آؤ ہم پیدل دریا کو عبور کرتے ہیں۔ دریا میں پانی بہت زیادہ تھا۔ آپ نے حکم دیا، میرے پیچھے ایک قطار میں آؤ۔ سب بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے رہے۔ سب کو پانی ٹخنے تک معلوم ہوتا تھا۔ ایک آدمی جس کا نام اللہ رکھا تھا۔ وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ اس نے خیال کیا کہ میں قطار سے باہر ہو کر دیکھوں کہ کتنا پانی ہے۔ جونہی قطار سے باہر نکلا فوراً ڈوبنے لگا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ اسے بازو سے پکڑ کر قطار میں کیا۔ حتیٰ کہ دریا کو پار کیا۔ پار کرنے کے بعد مائی جھنڈو نے کہا میں نے جوتا سر پر رکھا ہوا تھا۔ ایک پاؤں کا سلیپر دریا میں گر گیا ہے آپ نے کہا قطار والی اسی جگہ پر جاؤ اور اپنا سلیپر تلاش کر کے لے آؤ۔ کہنے لگی کہ سلیپر تو دریا کی لہروں میں بہہ گیا ہوگا۔ آپ نے کہا کہ اسی جگہ پر جاؤ۔ سلیپر فوراً تمہارے پاؤں میں آجائے گا۔ وہ دریا میں گئی سلیپر فوراً پاؤں میں آگیا۔ اور واپس آئی۔

۲۶۔ دریا کے چلتے ہوئے پانی میں نماز پڑھنا

خلیفہ حاکم دین صاحب باگڑیاں والے نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم اعلیٰ حضرت کے ساتھ پنڈ اعوان کے لئے روانہ ہوئے۔ مریدوں نے کہا جی چاہتا ہے کہ دریا راوی میں نہائیں۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ دریا میں چھلانگیں لگائیں آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد مریدین نے بھی چھلانگیں لگانی شروع کر دیں۔ ایک مرید نے چلتے ہوئے اور گہرے پانی کے خوف سے چھلانگ نہ لگائی۔ آپ نے فرمایا، تم کیوں چھلانگ نہیں لگاتے۔ اس نے کہا جی گہرے پانی کے خوف سے، آپ کے کہنے پر دوبارہ چھلانگ لگانے لگا لیکن خوف سے پیچھے ہٹ گیا۔ تم ہمارے گروہ سے ہمیشہ کے لئے خارج ہو جاؤ گے آپ نے فرمایا

جلدی چھلانگ لگاؤ، پھر خوف کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔ آخر کار اس نے چھلانگ لگائی فوراً اس نے تین غوطے کھائے۔ اس کے بعد سب کی طرح اس کو بھی گھٹنے تک پانی معلوم ہوا۔ سب دریا میں نہائے۔ نماز ظہر کا وقت ہوا آذان دی گئی اور دریا میں نماز ادا کی گئی نماز ادا کرتے وقت دریا کی زمین درمیان میں خشک ہوگئی۔ اس طرح عصر اور مغرب کی نماز بھی وہاں ادا کی گئی۔ چلتے ہوئے پانی میں آپ چوکڑی مار کر بیٹھے تھے۔ اور ساتھیوں نے بھی اسی حالت میں آپ کے ساتھ گفتگو کی تھی۔

۲۷۔ آپ کے ایک خلیفہ کا مغرور ہونا

جناب جھلے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا ایک خلیفہ مولوی طالع مند جو موضع کھیر کے کا رہنے والا تھا۔ آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد کچھ اونچا درجہ پر پہنچا اور خلافت عطا ہوئی۔ واپس اپنے گاؤں گیا۔ دماغ میں فطور آگیا۔ مغرورہ ہوگیا۔ کہنے لگا کہ لکھن شریف میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب کچھ میرے پاس ہے۔ اس نے آپ کو قتل کرنے (نعوذ باللہ) کا منصوبہ بنایا۔ اور اس کام کے لئے چند ساتھیوں کو مقرر کیا اس نے آپ کو اپنے گاؤں میں دعوت کے لئے بلایا۔ شام کو سیر کرنے کے بہانے باہر لے گیا۔ باہر مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ چند مقرر شدہ آدمیوں نے پیچھے سے حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ اس واقعہ کے بعد حملہ کرنے والے آپ کے مرید ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد اس مولوی کے ساتھ فوراً روحانی فیض بند کر دیا گیا اور اس کا تمام درجہ ختم ہوگیا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو پورے ۱۴ دن تک چار پائی پر ایڑیاں رگڑتا

رہا اور بیلوں کی طرح چلاتا تھا۔ اس کے بعد چند آدمی لکھن شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سارا ماجرہ بیان کیا اور ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ آپ ان کے ساتھ وہاں گئے۔ معافی دی گئی اور اس کے حق میں دعا کی گئی۔ ابھی آپ نے اس کے گھر سے قدم باہر رکھا تھا کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔

۲۸۔ پیرو مرشد کی قدر

سلطان علی ساکن چٹن ضلع جہلم جو اعلیٰ حضرت کے سالا ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب موہڑی اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے، حالانکہ ان کے سینکڑوں خلیفہ تھے۔ آپ جب کبھی موہڑہ شریف تشریف لے جاتے راستے میں ذکر کرتے ہوئے پیدل سفر کرتے۔ آپ کے پاؤں کے نیچے زخموں کے نشان تھے۔

۲۹۔ خدمت کا صلہ

سلطان علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لکھن شریف کی مسجد میں ایک مولوی صاحب چلہ پورا کر رہے تھے۔ رات کے وقت جب ان کو پتہ چلا کہ صبح حضرت صاحب آدمیوں کو ساتھ لے کر کھیتوں میں اروڑی بکھیریں گے۔ اس نے رات کو کھیتوں میں اروڑی بکھیر دی۔ صبح حضرت صاحب تمام خلفاء کو ساتھ لے کر کھیتوں میں گئے تو دیکھا کہ اروڑی بکھری پڑی ہے۔ معلوم ہوا کہ چلہ کاٹنے والے مولوی صاحب نے بکھیری ہے، فرمایا کہ اس کا چلہ منظور ہے اور فیض جاری کر دیا۔

۳۰۔ خدمت کا صلہ

سلطان علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ گڈے لے کر موہڑہ شریف جا رہے تھے کہ آپ کے ساتھیوں میں سید حسین شاہ صاحب جو جنڈانوالہ شریف کے رہنے والے تھے، ایک بار وہ تمام رات گڈے میں آپ کو مٹھیاں بھرتے رہے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور طبیعت جوش میں آ گئی۔ فرمایا آج سے تمہیں خلافت عطا کر دی ہے۔

۳۱۔ صوفی محمد یوسف صاحب

صوفی محمد یوسف صاحب ساکن چٹن ضلع جہلم حال وارد لاہور اچھرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اعلیٰ حضرت صاحب کو ۱۹۱۷ سے ۱۹۴۴ء تک دیکھا اور آپ کے پاس لکھن شریف میں ۱۹۲۲ء تک رہا۔ آپ ہر روز قرآن مجید پڑھتے تھے۔ حضرت صاحب کی زندگی حضور کی زندگی کا عملی نمونہ تھی۔

ایک دن برسات کے موسم میں سخت بارش ہو رہی تھی۔ میں بارش میں نہا رہا تھا۔ میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ کنویں پر آیا۔ میری عمر دس سال کی تھی۔ آپ کھیت میں کام کرنے لگے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ فوراً سامنے والی پلی کے نیچے چلے جاؤ۔ میں کھیت کے قریب کیکر کے درخت کے پاس کھڑا تھا۔ اور جلدی ہی پلی کے نیچے چلا گیا۔ اس کے بعد آسمان سے بجلی کڑکی اور اس کیکر کے اوپر گری جس کیکر کے قریب میں کھڑا تھا۔ کیکر فوراً جل گیا۔ اس سے میں نے یہ معلوم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہونے والے واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا، ایک مرتبہ آپ کے ساتھ لاہور آیا اور حضرت داتا گنج بخش

صاحب کے مزار پر حاضری دی۔ رات داتا صاحب کی مسجد میں ٹھہرے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ تالاب کے کنارے بیٹھ گئے۔ داتا دربار کے امام مسجد آپ کے پاس آئے جن کی عمر ۷۰ سال تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب کراچی والے جو حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب موہڑوی کے خلیفہ تھے حاضر ہوئے۔ تینوں میں تصوف اور ریاضت کی گفتگو شروع ہوئی۔ امام صاحب نے آپ سے کہا میں نے بہت ذکر اور وظائف پڑھے ہیں نماز کے علاوہ نوافل ادا کئے ہیں لیکن مجھے عرفان اور گیان قسم کی کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی۔ اور میرا ایمان اس سلسلے میں متزلزل ہورہا ہے۔ بے یقینی پیدا ہورہی ہے۔ صوفی لوگ مجھے مصنوعی نظر آتے ہیں۔ خلیفہ عبدالرحمٰن نے فوراً کہا۔ مجھے مولوی بندر اور سور نظر آتے ہیں۔ آپ نے خلیفہ عبدالرحمٰن کے بازو کو زور سے پکڑا کہ میں حیران رہ گیا اور او اس طرح خاموش ہوئے جیسے ان پر بجلی گری۔ خاموشی چھا گئی۔ آپ نے امام مسجد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کتنی دیر سے آپ نماز پڑھا رہے ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال سے تو میں امامت ہی کرا رہا ہوں، کیا آپ نے وظائف اور درود شریف بھی پڑھا ہے؟ کافی پڑھا ہے اور موجودہ صورت میں یہ تسبیح میرے پاس ہے۔ جو ویسے ہی چل رہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تو آپ کی خواہش ہے کہ آپ کو عرفان حاصل ہو اور تجلیات میسر ہوں؟ کہنے لگے ہاں۔ آپ نے اس کے لئے دعا مانگی اور فرمایا آپ نے نمازیں اور وظائف اس لئے کئے ہیں کہ آپ کو یہ چیزیں حاصل ہوں۔ تو آپ عبادات کی اجرت طلب کرتے رہے ہیں۔ اللہ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ امام صاحب یہ سن کر زار و قطار رونے لگے۔ اور قریب تھا کہ وہ چیخنے لگیں۔ پندرہ بیس منٹ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ امام صاحب ذرا سنبھل کر کہنے لگے۔ حضور میرے لئے بھی دعا کرو۔ آپ نے اس کیلئے پھر دعا کی۔ صوفی صاحب

بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت جب موہڑہ شریف کے عرس سے واپس آنے لگتے تو جہلم اور گجرات کے لوگ آپ کی منت سماجت کر کے اپنے اپنے گھروں میں لے جاتے۔ لوگوں کے بار بار اصرار کرنے پر ان کے ساتھ جاتے تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ مریدوں کو ہی پیر کے پاس جانا چاہیے۔ پیر جب مریدین کے گھر جائے تو اچھا نہیں لگتا ۱۹۲۷ء کی بات ہے کہ میں حضرت صاحب کے ساتھ تھا، آپ کو سید جملے شاہ چک عبدالخالق لے گئے۔ چک میں سید ولائت صاحب اور سید غوث محمد شاہ صاحب جو قبلہ خواجہ محمد قاسم صاحب موہڑی کے خلیفہ تھے، سید جملے شاہ کی برادری کے تھے، انہوں نے حضرت صاحب کو ضیافت پیش کی۔ کھانا کھانے کے بعد عشاء کے وقت سید جملے شاہ کے بڑے بھائی سید محمد حسین نے عرض کیا کہ حضور ان دونوں شاہ صاحبان کے لئے دعا کریں کہ ان کی گدی ترقی کرے۔ آپ نے اپنی حلیم آواز میں فرمایا کہ یہ کیوں ہر چھ مہینے کے بعد گاؤں گاؤں اور گھر گھر اپنے مریدوں کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب جانوروں کا اتنا خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ ہمارے قیدی ہیں۔ ہم نے ان کے گلے میں زنجیر ڈال رکھی ہے۔ ہماری بدسلوکی کی شکائت اللہ تعالیٰ سے کریں گے اور بدلہ لیں گے ان بزرگوں نے جو حضرت صاحب کے ساتھ بیل گاڑی کا کام کرتے تھے، مجھے بتایا کہ آپ اکثر بیل گاڑی کا کام کرتے تھے، مجھے بتایا کہ آپ ہر پڑاؤ پر پہنچ کر بیلوں کو چارہ ڈالتے، ان کی ٹانگیں دباتے اور مالش کرتے۔ پھر اپنے کھانے کا انتظام کرتے۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ آپ اکثر بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ جوترا پر ہاتھ رکھ کر چلتے، اوپر نہ بیٹھتے، چلتے چلتے اللہ ھو پڑھتے چلتے چلتے سڑک

کے کنارے دو نفل پڑھ لیتے آپ کی بیل گاڑی آگے چلی جاتی۔ نفل ادا کرنے کے بعد گاڑی کے پیچھے بھاگتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ ہر قدم پر اللہ ھو پڑھتے ہیں۔

صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت محمدی کنواں بنوانے کے لئے اپنے سر پر خود اینٹیں اُٹھاتے تھے۔ اینٹیں لکھن شریف کے قریب پکائی گئی تھیں۔

صوفی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور دیگر آدمی حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ جناب خلیفہ محمد دین کی بیوی مہراں فوت ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مہراں ان عورتوں میں سے تھی جو یہاں اللہ کے دین کے لئے آتی تھی۔ حالانکہ وہ بے اولاد تھی۔ اس کے مرنے کے بعد خلیفہ نے اور شادی کی۔ اس کے ہاں غالباً دس بارہ لڑکے ہوئے۔ میں نے اس سے یہ معلوم کیا جو دربار شریف میں دین کے لئے آتا ہے۔ اس کو دین ملتا ہے۔ اور جو دنیا کے لئے آتا ہے اسے دنیا ملتی ہے۔

۳۲۔ مریض کا علاج

رشید صاحب نور پوری بیان کرتے ہیں کہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب جو حضرت صاحب کے پیر بھائی تھے اور گھاس منڈی کی مسجد کے امام تھے اور انجمن اسلامیہ نور پور ضلع کانگڑہ دینی درسگاہ میں ملازم تھے، انہوں نے اپنے شاگرد مولوی شعبان صاحب کو ایک وظیفہ بتایا ہوا تھا۔ جس میں ان کو ہر روز دس روپے جائے نماز کے نیچے سے ملا کرتے تھے۔ استاد صاحب نے گائے کا گوشت منع فرمایا تھا۔ مولوی شعبان صاحب کی ساس نے اس شرط پر لڑکی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ گائے کا گوشت کھائیں۔ آپ کے استاد نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میری وفات

کے تقریباً چھ ماہ بعد کچھ ایسا واقعہ ظاہر ہوگا کہ آپ قریب المرگ اور لا علاج ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں مولوی شعبان کی شادی ہوگئی۔ اس طرح آپ نے گائے کا گوشت کھانا شروع کیا۔ ان کو دورہ پڑ گیا کہ جان بچانی مشکل ہو گئی۔ رات کو خواب میں ان کے استاد صاحب تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ آپ دربار لکھن شریف جائیں۔ میں نے اپنے پیر بھائی حضرت خواجہ پیر محمد بخش صاحب سے کہا ہے۔ تمہاری بیماری کا علاج ہو جائے گا۔ صبح اٹھ کر والدہ سے لکھن شریف لاہور جانے کے لئے اجازت مانگی۔ لاہور آیا اور لکھن شریف میں حاضر خدمت ہوا۔ مسجد میں تقریباً بارہ بجے کے قریب آواز آئی کہ نور پور سے کون آیا ہے؟ مولوی شعبان صاحب نے قدم بوسی کی اور آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا، آپ کے استاد صاحب رات کو آئے تھے اور کہا تھا کہ میرے بچے کا علاج کرنا۔ حضرت صاحب نے خادمہ کو حکم دیا کہ لسی کا پیالا اور سرخ مرچ لاؤ مولوی صاحب کو پینے کے لئے دیا حالانکہ لسی اور مرچ کا استعمال حکیموں نے منع کیا تھا مگر یہاں اسی سے علاج ہوا۔ آپ نے فرمایا مسجد میں نماز پڑھ کر آرام کرنا۔ دو دن یہی علاج ہوتا رہا۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے لسی کے ساتھ چند گولیاں دیں۔ ان کو آرام مل گیا۔ آپ کی اس ظاہری کرامت سے نور پور کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے بہت فیض حاصل کیا۔

صوفی خواجہ عبدالرشید بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۹ء میں ایک مرتبہ ہم چار آدمی صوفی عبدالرشید، حافظ صاحب، محمد جمیل اور شمس الدین اعلیٰ حضرت کو آزمانے کے لئے لکھن شریف آئے۔ راستے میں ہم چاروں پروگرام بنانے لگے کہ اگر حضرت نے معلوم کرلیا کہ ہم کیا کیا کام کرتے ہیں تو ہم مرید ہو جائیں گے۔ حضرت نے چاروں کے دل کی بات بتادی اور ہم سب مرید ہوگئے۔

۳۳۔ مرید کی دستگیری

صوفی خواجہ عبدالرشید صاحب نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ ۱۹۴۰ء میں حضرت صاحب کے پاس ملازمت کے سلسلے میں دعا کرانے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔آپ نے فرمایا کونسی ملازمت؟ عرض کیا کہ کوئی مستقل گورنمنٹ کی ملازمت مل جائے۔آپ نے میرے لیے دعا کی اور میں دو تین دن کے بعد ملٹری میں بھرتی ہوگیا۔آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ ملٹری میں حاضر ہوگیا ہوں۔ فرمایا تمہیں کسی قسم کا خوف وخطر نہیں ہے۔آپ نے دعا فرمائی اور نماز کی تلقین کی۔تین مہینے کے بعد بصرہ میں ہماری پلٹن بھیجی گئی۔ اس وقت جرمن کا حملہ زوروں پر تھا۔وہاں تقریباً تین مہینے کے بعد سسلی کا حکم ہوا۔میرا دل بڑا پریشان رہتا تھا۔ پریشان اس واسطے کہ جو فوج جنگ میں جاتی پھر واپس نہ آتی۔ رات کو خواب میں حضرت صاحب سسلی میں ملے۔فرمایا جنگ میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی اور فرمایا کہ ہم انشااللہ کسی دوسری جگہ انتظام کررہے ہیں۔تقریباً آٹھ دن کے بعد ہماری پلٹن کی تبدیلی ایران میں ہوگئی۔ ایران میں ایک سال رہنے کے بعد ہم واپس ہندوستان آگئے۔ یہ بھی آپ کی کرامت تھی۔

۳۴۔ مرید کی دستگیری

صوفی خواجہ عبدالرشید صاحب کرتے ہیں کہ میں ۱۹۴۳ء میں حضرت صاحب سے بیعت کے لئے آیا۔آپ نے فرمایا بیعت کیوں ہونا چاہیے۔ فقیری درویشی کے لئے۔ بیعت کے بعد پونا بمبئی چلے گئے۔ وہاں پر آپ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ ہماری پلٹن میں ایک کیپٹن ٹفنل تھا۔ جو کہ کمانڈنٹ آفیسر تھا، میں پلٹن

میں درزی کا کام کیا کرتا تھا۔ وہ ہر ایک کو تنگ کرتا تھا۔ اس نے میرے سامنے حوالدار کو مارا۔ مجھے بہت ترس آیا۔ اگلے دن وہی کیپٹن آیا اور میرے صحیح کام کو غلط بتایا۔ اس نے مجھے گالیاں دیں۔اس نے مجھے مارا، میں نے اسے مارا۔سب آفیسر اکھٹے ہوگئے۔ چلو میجر کے پاس چلو، میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا، میں نے کیپٹن کو پکڑا ہوا تھا، پھر چھوڑا تو کہنے لگا کہ میں رپورٹ درج کرانے میجر کے پاس جارہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم نے پہلے مارا ہے اور رپورٹ بھی تم کررہے ہو؟ اس وقت میرے دل میں کچھ خوف تھا۔میری جو سزا تھی وہ کورٹ مارشل، عمر قید یا گولی۔ جو فیصلہ ہوتا۔ اس وقت میں نے حضرت صاحب کو امداد کے لئے یاد کیا۔ میں نے آپ کا تصور ذہن میں لیا اور آپ کی صورت نظر آئی۔ آواز آئی گھبرائیں نہیں۔ جیپ کے پچھلے حصے میں مت بیٹھنا۔ اس کے ساتھ بیٹھنا۔ ہوسکتا ہے کہ گاڑی ٹکرادے یا گاڑی الٹا دے۔ اور تمہارا نقصان ہوجائے۔ وہی بات ہوئی، کیپٹن کہنے لگا پیچھے بیٹھو، میں نے کہا آپ کے ساتھ بیٹھوں گا۔ چونکہ ملٹری کا کیپٹن تھا، اس کا حکم مجھے ماننا چاہیے تھا، اس نے مجھے کہا تم پیچھے کیوں نہیں بیٹھتے، میں نے حضرت صاحب والے الفاظ اس کو کہہ دیئے کہ آپ گاڑی کہیں ٹکرانہ دیں۔ وہ ہنسا اور کہا میرے ساتھ ہی بیٹھ جاؤ۔ ہم دونوں میجر صاحب کے پاس گئے (اس وقت بھی حضرت صاحب کی صورت مجھے نظر آئی) میجر نے پوچھا کیا بات ہوئی، میں نے کہا کہ کیپٹن نے مجھے مارا ہے میجر نے کیپٹن سے پوچھا کہ یہ بات صحیح ہے؟ اس نے غلطی کا اعتراف کیا۔ میجر نے کہا کہ میرا فیصلہ تمہیں منظور ہوگا؟ میں نے کہا سوچ کر بتاؤں گا۔ میجر کہنے لگا اچھا کل آنا۔ ابھی دفتر سے باہر گئے ہی تھے کہ حضرت صاحب فرمانے لگے، کل بیان دینا، اگر میری مرضی کے مطابق فیصلہ ہوا تو ٹھیک ورنہ میں کرنل صاحب کے پیش ہوجاؤں گا، دوسرے دن

جب دفتر گئے تو میں نے یہی لفظ دہرا دیئے۔ جو مجھے حضرت صاحب کی طرف سے ملے تھے، اس شام کو فیصلہ ہونے لگا اور تقریباً پندرہ سو فوجیوں کے سامنے کیپٹن کو بلایا گیا اور مجھے بھی، کیپٹن کو پوچھنے لگا، تم نے کیا کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے تھپڑ مارا تھا۔ میجر نے مجھے کہا کہ فیصلہ یہ ہے کہ تم بھی اسے تھپڑ مارو میں نے کہا کہ میں نے کیپٹن کو بخش دیا، آپس میں گلے ملے اور صلح ہوگئی۔

صوفی عبدالرشید صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں ہماری یونٹ رنگون گئی۔ وہاں پر صوبیدار مسلمانوں سے دشمنی کرنے لگا۔ اس نے ایک بار کہا کہ میں تمہاری شکائت میجر اے ایچ واٹن سے کروں گا۔ یہ ڈسپلن کے خلاف ہے کہ تم چائے کے ٹائم میں نماز پڑھتے ہو۔ اس نے دوسرے دن میجر کے پاس شکائیت کی کہ اس نے لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے اور چائے کے ٹائم پر نماز بھی پڑھتا ہے کمانڈنگ آفیسر نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ رپورٹ صحیح نہیں ہے۔ کچھ دنوں بعد اس نے کرائم رپورٹ بنائی۔ اور مجھے میجر کے پاس لے گیا۔ میرے مرشد صاحب کا چہرہ مبارک میرے سامنے تھا، اس نے پھر یہی کہا کہ ملٹری ڈسپلن کے خلاف اس کی لمبی داڑھی ہے۔ میجر نے مجھ سے کہا اگر تم اس کو چھوٹی کرا لو، میں نے اس کو جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی داڑھی مبارک رکھی ہوئی تھی۔ آفیسر نے کہا ہاں! میں نے کہا تو آپ نے کیوں نہیں رکھی۔ اس کی سزا حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو ملے گی یا آپ کو؟ وہ مسکرا اٹھا اس دوران حضرت صاحب سامنے ظاہر ہوئے۔ آپ فرمانے لگے دونوں ہاتھ منہ پر مل لے۔ میجر صاحب آپ دونوں ہاتھ منہ پر پھیریں جو میرے حق میں فیصلہ دیں گے، میجر نے میرے کہنے پر ہاتھ منہ پر پھیر لیا۔ منہ پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ میجر صاحب کہنے لگے کہ رشید اگر میں بھی داڑھی رکھ لوں تو بری تو نہیں لگے گی۔ میں نے کہا رکھ کر دیکھ

لیں۔ میجر نے صوبے دار سے کہا کہ آئیندہ یہ مقدمہ میرے پاس نہ لانا۔ ہم واپس آ گئے۔ میجر صاحب اس دوران اپنے کیمپ سے باہر نہیں نکلے۔ تقریباً ایک ماہ بعد عام چلنے پھرنے لگے۔ میرے حضرت کی کرامت سے اس نے خود داڑھی رکھ لی تھی۔ شیخ عبدالرشید صاحب ۱۹۳۹ء کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جبکہ جاپان اور برطانیہ میں جنگ زوروں پر تھی۔ کہتے ہیں کہ میں اس وقت بنگال کے علاقے لنگڑ میں تھا۔ جو کہ ایک بندرگاہ کی صورت میں ہے۔ اتفاقاً ایک دن میں گھاٹ پر کھڑا تھا کہ جاپانیوں کے جہازوں نے شدید بمباری کی کہ انسانوں کے گوشت کے ٹکڑے درختوں پر جا لگے۔ میں یہ منظر دیکھ کر خوف سے گھبرا اٹھا۔ اور اپنی والدہ صاحبہ کو خط لکھا کہ آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کے پاس جائیں۔ اور میرے لئے دعا کرائیں کہ میری اس مقام سے تبدیلی ہو جائے میری والدہ گھبرا کر فوراً حضرت صاحب کے پاس گئی اور رات کو ختم شریف کے بعد تقریباً ۱۲ بجے میری پریشانی کے متعلق بتایا۔ فرمایا تمہارا بیٹا جنگ میں نہیں مارا جائے گا۔ والدہ نے عرض کی کہ میرے بیٹے کو ضرور واپس بلالیں۔ حضرت صاحب نے تین مرتبہ میرا نام لے کر پکارا۔ اس وقت میں ٹیلی فون کے اوپر رات کو ڈیوٹی دے رہا تھا۔ بالکل بیابان جنگل میں میں نے وہ تینوں آوازیں بنگال میں سنیں۔ اور دل نے گواہی دی کہ یہ آواز پیر صاحب کی ہے میں اسی سوچ بچار میں تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، ٹیلی فون کرنے والا ملٹری ڈویژن ہیڈ کوارٹر سے بول رہا تھا۔ اس نے ہمارے سیکشن انچارج آفیسر کو طلب کیا چنانچہ میں نے آفیسر کمانڈنگ کو بلایا اور ٹیلی فون کی اطلاع دی۔ اس نے ٹیلی فون پر کان لگایا۔ میں نے اپنا رسیور اس کے ساتھ لگا دیا۔ آواز آئی کہ میں بریگیڈیئر بول رہا ہوں، میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اسی وقت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی یونٹ کو رپورٹ کرلو۔

کیونکہ جس ڈویژن میں آپ کی یونٹ ہے اس ڈویژن کو واپس ہندوستان بھیجنے کا حکم آگیا ہے۔اس کی جگہ دوسرا ڈویژن لے گا۔یہ آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔ کہ اپنے ایک مرید کی خاطر پورے ڈویژن کو ریٹائرڈ کرا دیا۔ دو تین مہینے کے بعد ہم ہندوستان واپس پہنچ گئے۔ وہاں سے چھٹی ملی میں سیدھا گھر پہنچا۔ وہ آواز والا واقعہ مجھے یاد تھا۔ میں نے والدہ سے تین آوازوں کا ذکر کیا، والدہ فرمانے لگیں، یہ واقعی درست ہے میرے سامنے حضرت صاحب نے تین آوازیں دی تھیں۔انہیں کی دعا سے تم میدان جنگ سے واپس آگئے ہو کچھ دن گھر رہنے کے بعد میں دربار شریف حاضر ہوا۔قبلہ پیر صاحب سے عرض کیا میں نے ملٹری کی نوکری نہیں کرنی ہے۔ بڑا خطرناک کام ہے۔ آپ مجھے بڑے پیار سے سمجھاتے رہے، نوکری چھوڑنی اچھی بات نہیں ہے۔ میدان جنگ میں ہمارے مریدوں کے سامنے گولیاں مڑ جاتی ہیں۔مگر میں اپنی بات پر اڑا رہا۔آخر پیر صاحب نے دعا فرمائی اور گھر جانے کی اجازت دے دی۔چھٹی پوری کرنے کے بعد میں واپس چلا گیا۔ جس وقت یونٹ میں پہنچا تو یونٹ نے اپنا سامان باندھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ یونٹ کہاں جارہی ہے۔انہوں نے کہاں جہاں سے آئی تھی۔اسی فرنٹ لائن پر۔ یہ سن کر مجھے بہت پریشانی ہوئی اور خیال آیا کہ اچھی دعا فرمائی حضرت نے! چاہیے تو یہ تھا کہ میرے لئے ملٹری چھوڑنے کا سامان بنتا مگر یونٹ پھر میدان جنگ میں جارہی ہے اتنے میں ڈاکٹر صاحب آئے۔انہوں نے یونٹ کو ٹیکے لگانا شروع کر دیئے کیونکہ ملٹری جب فرنٹ لائن پر جاتی ہے تو اس کو ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔تاکہ کوئی بیماری پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مجھے بھی ٹیکہ لگا۔ کچھ دیر بعد مجھے بہت تیز بخار ہوگیا۔ مجھے بے ہوشی میں ہسپتال چھوڑ آئے۔ دوسرے دن جب مجھے ہوش آیا تو اپنی یونٹ کے متعلق

دریافت کیا، کہنے لگے کہ محاذ پر جاچکی ہے۔ یہ بات سن کر مجھے فوراً بابا جی کا خیال آیا۔ حالات تو میرے حق میں جارہے ہیں۔ بخار تو دوسرے دن اتر گیا۔ اسی پریشانی میں سوچتا رہتا تھا کہ اب میرا کیا بنے گا۔ ایک دن دوپہر کے وقت چارپائی پر لیٹا تھا، مجھے نیند آگئی۔قبلہ حضرت صاحب خواب میں تشریف لائے اور مجھے فرمانے لگے کہ اٹھو ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں جاؤ، وہ اس وقت اکیلا بیٹھا ہوا ہے۔ اسے کہو کہ میں نوکری نہیں کرنا چاہتا، ڈسچارج کرادو۔ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔ دل میں خیال آیا کہ شائد میں رات دن اسی فکر میں رہتا ہوں میرے خواب میں یہ باتیں آگئی ہیں۔ سوچتے سوچتے پھر سو گیا۔ پھر بابا جی تشریف لائے اور وہی حکم دیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اکیلے بیٹھے ہیں۔ اس نے میرے آنے کا مقصد پوچھا، میں نے صاف بیان کیا کہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں نوکری چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر یہ بات سن کر بہت ہنسا اور طنزیہ انداز میں کہنے لگا کہ کیا تم نہیں سمجھتے کہ مجھے یہ بات بتانے سے تمہارا کورٹ مارشل ہوسکتا ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے حقیقت بیان کر دی ہے۔آگے آپ کی مرضی جو چاہیں کریں۔ چنانچہ ڈاکٹر مہربان ہوگیا۔اور میرے ساتھ وعدہ کیا کہ جہاں تک کوشش ہوئی کروں گا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے ڈسچارج کرانے کے لئے منصوبہ بنایا اور اس منصوبہ میں حضرت صاحب کی کرامت سے اپنے گھر واپس آیا۔

۳۵۔ آپ کی روحانی امداد

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ علاقہ گجرات کے پنڈ گیال میں شاہ شرف صاحب آپ کے خلیفہ تھے۔ وہ دو تین مریدین کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمیوں کے دن تھے راستے میں ایک زمیندار نے گندم کا گاہ ڈالا ہوا تھا۔ زمیندار نے اپنے آدمیوں کے لئے حلوا اور روٹیوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ شاہ صاحب اور آپ کے ساتھی ان کے قریب سے گزرے۔ آپ کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس زمیندار سے کہا میرے مریدین بھوکے ہیں، ان کو روٹی کھلا دو۔ آپ نے تین بار اس سے کہا۔ اس نے تینوں بار ہی انکار کر دیا۔ آپ اپنے مریدین کو نزدیک ہی درختوں کے نیچے لے گئے جہاں ایک چھوٹا سا جوہڑ تھا۔ شاہ صاحب درخت کا ایک پتا توڑتے اور جوہڑ سے تھوڑا سا مٹی کا گارا اٹھا کر پتے پر رکھتے، وہ فوراً ہی روٹی حلوہ بن جاتا۔ اسی طرح وہ اپنے مریدین کو دیتے اور دوسری طرف اس زمیندار کی طرف بھی اعلان کرا دیا کہ جو روٹی کی خواہش رکھتا ہے ادھر آ جائے۔ چند آدمی آپ کی طرف بھی آئے اور خوب سیر ہو کر روٹی حلوہ کھایا۔ شاہ صاحب نے زمیندار کے انکار پر غصے میں بددعا دی تھی۔ سوکھ جائے یہ زمین! یہاں کے لوگ اللہ کے لئے کچھ خیرات نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ اس علاقے میں بارہ بارہ میل تک پانی نہیں نکلتا۔

۳۶۔ اپنے خلیفہ کی مدد

اس علاقے میں مستری چراغدین رہتا تھا۔ اس نے اپنے علاقے میں کنواں لگانے کا ارادہ کیا۔ تقریباً سو فٹ سے زیادہ گہرا کنواں کھودا۔ پانی نہ نکلا، مستری چراغدین اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کا خلیفہ تھا۔ وہ وہاں بیٹھا ہوا حضرت صاحب کا تصور قائم کر کے پریشانی کے عالم میں خوب رونے لگا۔ روتے روتے اونگھ آ گئی۔ اونگھتے ہوئے حضرت صاحب نظر آئے۔ فرمایا مستری چراغدین اس زمین میں پانی نہیں ہے۔ ہمیں پانی بہت دور سے لانا پڑا۔ اپنے بھائی باغ علی سے کہنا کہ وہ کل بعد نماز جمعہ بسم اللہ پڑھ کر ٹپہ کنویں میں مارے۔ پانی بہت تیزی سے نکلے گا۔ بھائی کو رسوں سے کھینچ لینا۔ انہوں نے اسی طرح کام کیا۔ اب اس کنویں سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اب اس کنویں کے سوا اس علاقے میں بارہ بارہ میل تک کوئی دوسرا کنواں نہیں۔ تمام لوگ اسی کنویں کا پانی استعمال کرتے ہیں۔

۳۷۔ صاحب مزار آپ کے پاس آ گئے

جملے شاہ صاحب چک عبدالخالق تحصیل و ضلع جہلم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب کے ساتھ علاقہ گجرات کے دورے پر تھا۔ سرائے عالمگیر تحصیل گجرات میں پیر جھابڑ صاحب کا مزار ہے۔ ساتھ ہی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی۔ حضرت صاحب نے ختم خواجگان شروع کر دیا۔ ختم شریف پڑھتے پڑھتے آپ نے چادر بچھا دی اور کھڑے ہو گئے۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صاحب مزار ختم پاک میں تشریف لے آئے تھے۔

۳۸۔ فیضان نظر

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں فوج میں ملازم تھا۔مولوی محمد دین بھی میرے ساتھ A.T.Coy میں ملازم تھا۔ ایک بار انہوں نے حضرت صاحب سے چلہ پوچھا تھا۔ اس چلہ میں ناکام رہے کہنے لگے یہ پیری مریدی سب فراڈ ہے۔ میں اسے عرس شریف کے موقع پر ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ ہمیں اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ دروازہ بند تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد حکم ہوا کہ شاہ صاحب مسجد میں جا کر بیٹھو۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے دربار شریف میں بلالیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ساتھ لے کر آگئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہمسایہ کی خبر لینی چاہیے۔ اس خیال سے کہ عرس مبارک کے موقع پر لنگر کھلانے کے لئے ساتھ لے کر آگیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اندر لے کر آجاؤ۔ جونہی مولوی صاحب اندر آئے۔ آپ تخت شریف پر بیٹھے تھے اور اس کو ایک نظر سے غور سے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اور کہا کہ مولوی صاحب ہے یہ مولوی صاحب ہے اس کو اتنا وجد ہوا اور وجد میں کہتا تھا کہ خدا دیکھنا ہے تو یہاں دیکھو۔ رسول دیکھنا ہے تو یہاں دیکھو۔ اور کئی گھنٹے تک وجد میں گھومتا رہا۔ شاہ صاحب نے عرس کے بعد مولوی صاحب سے کہا کہ اب ڈیوٹی پر چلنا چاہیے۔ کہنے لگا کہ میں ملازمت پر نہیں جاؤں گا بلکہ ساری زندگی یہاں قیام کروں گا۔ وہ تین سال تک یہاں لنگر میں خدمت کرتا رہا۔ اور لکھن شریف میں فوت ہوا۔

۳۹۔ نظر کی بلندی

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں میں آپ کے پاس لکھن شریف میں حاضر تھا۔ جس وقت حضرت میاں شیر محمد صاحب کی شرقپور شریف میں وفات ہوئی۔ آپ فرمانے لگے کہ آج دنیا سے ایک چراغ چھپ گیا ہے۔

۴۰۔ روحانی طاقت

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ جب ہم گھر سے باہر باغ میں گئے، وہاں جنات بیٹھے تھے۔ جو مجھے مارنے کے لئے آئے تھے اور کسی جن قید کرنے والے دشمن نے بھیجے تھے۔ جنات آپس میں کہنے لگے کہ آپ کو پکڑنا چاہیئے فوراً انہوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ ان کے پاسبان تو ساتھ ہیں کہ حضرت صاحب کے آگے حضرت علی اور پیچھے حضرت داتا گنج بخش تھے۔ جنات کو ہاتھ لگانے کی جرات نہ ہوئی اور ناکام واپس چلے گئے۔ اس بیان سے آپ کی روحانی طاقت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

۴۱۔ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں آپ نے داتا صاحب کے مزار پر حاضری کے لئے مجھے لاہور بھیجا اور بعد میں خود بھی پہنچ گئے۔ فرمایا داتا صاحب نے مجھے خود بلایا ہے۔

۴۲۔ کیڑے مکوڑوں نے آپ کا حکم مانا!

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ دورے پر تھا۔ ڈھوک بجاڑ ضلع جہلم میں آپ کے خلیفہ نور حسن تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسجد میں کیڑے مکوڑے کاٹتے ہیں، نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ آپ دعا کریں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم ایسی دعا نہیں کرتے کہ وہ خدا کے گھر سے نکل جائیں کچھ مدت کے بعد آپ وہاں دوبارہ گئے۔ شام کی نماز کے بعد ختم خواجگان اسی مسجد میں پڑھا۔ میں آپ کے بائیں طرف مسجد میں بیٹھا تھا۔ سارے کیڑے آپ کے جسم پر چڑھ گئے اور کیڑوں نے آپ کو نہ کاٹا۔ آپ نے ان سے کہا۔ اب تم نمازیوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ فوراً تمام کیڑے مسجد کے باہر چلے گئے کیڑوں کی تمام مخلوق اب تک اس مسجد کے باہر اپنے سوراخوں میں موجود ہے۔

۴۳۔ صاحب مزار سے ملاقات

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ قلعہ رہتاس کی طرف امام دین قوم ملداری کے گھر کھانا کھانے کے لئے گئے۔ قلعہ کے باہر شاہ چاندوی کا روضہ ہے۔ وہاں آپ فاتحہ کے لئے بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب مزار سے آئے اور گفتگو شروع ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد امام دین آیا۔ کہنے لگا کہ جناب کھانا تیار ہے۔ جلدی تشریف لائیے۔ آپ اٹھے اور شاہ صاحب چاندوی بھی ساتھ چل پڑے۔ آپ نے کہا شاہ صاحب آپ ٹھہریں۔ ہمیں اجازت دیں لیکن بار بار اصرار کے باوجود شاہ صاحب امام دین کے گھر تک گئے۔ یہ قصہ اعلیٰ حضرت نے مجھے اپنی زبانی سنایا۔

۴۴۔ کشف کا کمال

جملے شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہماری یونٹ ڈلہوزی پہاڑ پٹھانکوٹ کی طرف گئی۔ گرمیوں کے چھ مہینے وہاں رہے۔ وہاں کچھ تاجر اونٹوں کے ساتھ گزرے۔ جن کے پاؤں میں گھنگرو تھے۔ ان کی آواز سے مجھے وجد آگیا۔ جیسے گھنگرو کی آواز میں اللہ ھو کی آواز آ رہی ہو میں نے بھی اپنی گھوڑی کو گھنگرو لے کر باندھ دیئے۔ اور ان کی آواز پر اللہ ھو کا رقص کیا۔ واپس آکر لکھن شریف میں حاضری دی۔ گھوڑی کو باہر باندھا اور اندر آکر آپ سے ملاقات کی۔ آپ باہر میرے ساتھ گھوڑی تک تشریف لائے۔

آپ نے گھوڑی کے گھٹنوں کی طرف دیکھا کہ ہم نے گھوڑی کے گھٹنوں میں ڈلہوزی پہاڑ میں گھنگرو دیکھے تھے۔ اب کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ تھیلے میں ہیں، آپ نے فرمایا وہ گھوڑی کے گھٹنوں پر باندھو اور سوار ہو کر اللہ ھو کا ذکر کرو۔ میں نے کہا کہیں بے ادبی نہ ہو جائے کہ میں اونچا ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ گھوڑی پر چڑھو، چنانچہ میں نے گھوڑی پر گھنگرو کی آواز کے ساتھ آپ کے سامنے اللہ ھو کی آواز کے ساتھ رقص کیا، آپ بہت خوش ہوئے۔

۴۵۔ آپ کی چوتھی بیوی کا واقعہ

ایک مرتبہ پنڈ ملک پورہ کی ایک عورت نے اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش سے بیعت کی۔ وہ عموماً دربار شریف حاضری کے لئے آیا کرتی تھی۔ خاص طور پر گیارھویں شریف کے ختم اور مجلس میں ضرور شرکت کرتی تھی۔ دربار شریف سے بہت زیادہ تعلق پیدا ہوگیا۔ وہ جہاں کہیں بیٹھتی، دربار لکھن شریف کا ذکر شروع ہو

جاتا۔ ایک روز وہ اپنے گاؤں میں خواتین کی محفل میں اعلیٰ حضرت کے متعلق باتیں کر رہی تھی کہ ایک عورت لھب بی بی نے بات ٹوک کر کہا کہ تم جہاں بھی جاتی ہو لکھن شریف، دربار شریف کا ذکر کرتی ہو۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں کیا رکھا ہوا ہے۔ اور کہنے لگی کہ مجھے آجکل کے پیروں سے سخت نفرت ہے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے بچتی ہوں۔ اور گیارھویں شریف کو بدعت سمجھتی ہوں۔ اب دونوں خواتین میں بحث چھڑ گئی۔ آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ محترمہ لھب بی بی خود جاکر دربار لکھن شریف میں حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی اور پیر صاحب کے متعلق بھی معلومات حاصل کرے گی۔ مختصر یہ کہ گیارھویں شریف کی مجلس میں دونوں عورتوں نے شرکت کی، جب رات کو درود شریف پڑھا جانے لگا تو محترمہ لھب بی بی محفل کے نزدیک آکر بیٹھ گئی مگر اس کا دل بہت پریشان تھا۔ دل میں سوچتی کہ یہ ریا کاری اور فریب ہے۔ حتیٰ کہ کافی دیر تک درود شریف پڑھا جاتا رہا لیکن وہ طرح طرح کے خیالات میں تھی۔ درود شریف کے بعد اب لنگر عام کی اجازت ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی بصیرت سے اس کو دیکھا کہ وہ لنگر نہیں کھاتی، اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس بی بی کو کھانا کھلاؤ۔ جب اس کے پاس کھانا لایا گیا تو اس نے نفرت کا اظہار کیا۔ خادم نے واپس آکر اعلیٰ حضرت کو اطلاع دی کہ وہ کھانا نہیں چاہتی۔ آپ نے فرمایا مہمان کو لنگر ضرور کھانا چاہیے۔ خادم نے حکم مانتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ اس مرتبہ اس نے کھانا شروع کر دیا۔ کھاتے کھاتے کھیر کی ساری پلیٹ کھا گئی، دوسری کی خواہش کی وہ بھی ہضم کر گئی یہاں تک کے کھیر کی سات پلیٹیں کھا گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برسوں سے بھوکی ہے۔ رات کافی جا چکی تھی۔ اب تمام مہمان آرام کرنے لگے وہ صبح اٹھ کر اعلیٰ حضرت کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

آجکل کے پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرنا اچھا نہیں۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوگئی اور روتے ہوئے کہنے لگی یا حضرت میرے خیالات غلط تھے۔ اور میں اب بہت شرمندہ ہوں۔ لہٰذا خدا کے لئے مجھے اپنا بنالیں۔ ورنہ میری زندگی خطرہ میں ہے۔ اگر آپ نے میری التجا قبول نہ کی تو میری دنیا اندھیر ہو جائے گی۔ یا حضرت آپ کی عادات اور نظر کرم نے میری طبیعت میں وجد پیدا کر دیا ہے۔ آپ کی سیرت و بصیرت آبِ حیات کا پیغام دے رہی ہے۔ آپ نے اس کے مقصد کی وضاحت طلب کی تو جواب ملا کہ میں آپ کی زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہوں۔ اگر آپ نے میری درخواست کو قبول نہ فرمایا تو میں اپنی زندگی ختم کر لوں گی۔ آپ نے کافی دیر اس معاملے کو سوچا، آخر کار آپ نے قبول فرمایا۔ نکاح مبارک ہوا اور وہ آپ کے وصال کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

۴۶۔ گندم کے دانے صاف کرتے کرتے مقدمے کو صاف کر دیا

پیر نظیر احمد صاحب (المشہور ولی عہد حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب موہڑوی) کے ساتھ پہاڑ کے لوگوں میں سخت مخالفت پھیل گئی۔ ان کی ایک درویش سے جھڑپ ہوگئی۔ جھڑپ میں پہاڑ والوں کا کچھ نقصان ہوا۔ ان لوگوں نے مقدمہ درج کرا دیا۔ پہلے مقدمہ کوہ مری میں رہا۔ اس کے بعد سیشن جج راولپنڈی کے پاس درج ہوا۔ ایک مرتبہ پیر نظیر احمد صاحب تاریخ کی پیشی کے لئے راولپنڈی میں حاضر ہوئے۔ مخالفین کا یہ ارادہ تھا کہ آج پیر صاحب اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔ دوسری طرف لکھن شریف میں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش نے گندم کی دو بوری دانے نکلوا کر دربار شریف کے صحن میں ڈال دیئے۔ آپ اپنے مریدین اور درویشوں کے ہمراہ گندم میں سے مٹی کے ڈھیلے اور تنکے

صاف کرنے لگے۔ دانے چنتے چنتے اعلیٰ حضرت غائب ہوگئے۔ اس کے بعد پیر
نظیر احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ پیر صاحب کے ساتھ گیارہ آدمی تھے۔ ذکر بلند
کرتے ہوئے ہمارے ساتھ شامل ہوگئے اور اعلیٰ حضرت ہاتھ پھیلا کر مجھے نہایت
گرم جوشی سے ملے۔ اور ہم تاریخ پر جا کر پیش ہوئے۔ وہاں فیصلہ ہمارے حق
میں ہوا۔ وہاں پھر ہمیں حفاظت کے ساتھ مائی میرو سے گزر کر لال کرتی پہنچا دیا۔
وہاں جب ہم صوفی بدر دین کے مکان پر پہنچے تو ہم نے حضرت صاحب کی تلاش
شروع کی۔ آپ نہ مل سکے۔ دوسری طرف آپ لکھن شریف میں موجود تھے۔
دانوں کے ڈھیر میں بیٹھے مٹی کے ڈھیلے چن رہے تھے۔ ڈھیلے اور ٹھیکریوں کو چن
کر سب کو باہر پھینک دیا، ڈھیلے پھینکنے کا اثر یہ ہوا کہ وہ دشمن جو پیر نظیر صاحب کو
قتل کرنا چاہتے تھے اور ایک لاری میں سوار ہو کر کوہ مری کی طرف جا رہے تھے،
لاری پہاڑ سے گرنے کی وجہ سے سب کو چوٹیں لگ گئیں۔ اور وہ راولپنڈی کے
ہسپتال میں جا پہنچے۔ وہاں سے ٹھیک ہونے پر پیر نظیر احمد کے پاس پہنچے اور سب
نے معافی طلب کی۔

۴۷۔ پگڑی والا واقعہ

۱۹۲۶ء بمطابق ۲۔ اساڑھ ۲۰۰۰ بکرمی صبح آٹھ بجے حضرت خواجہ محمد قاسم
صاحب موہڑوی نے اپنے تمام خلفاء اور مقربین اور مریدین کو دربار شریف کے
سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) افراد تھے اور
فرمایا کہ کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے کرو۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد بخش کو اپنے
قریب دائیں طرف کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ اور اپنے سر مبارک سے پگڑی اتار کر
فرمایا کہ اس پگڑی کو لمبا کر لو اور تمام خلفاء اور مریدین کو حکم دیا کہ تمام پگڑیاں اتار

کر اس کے ساتھ باندھو۔ ان کی لمبائی تقریباً ایک میل تک پہنچ گئی۔ آپ نے
ارشاد فرمایا کہ سب ان پگڑیوں کو پکڑ لو۔ ان کا سرا حضرت خواجہ محمد بخش کے ہاتھ
میں دے دیا اور فرمایا کہ یہ جتنے میرے مریدین ہیں یہ سب آپ کے مریدین
ہیں۔ آپ ان سب کو تین بار کلمہ طیب پڑھا دیں۔ جب یہ رسم مبارک ادا ہوئی تو
حضرت قبلہ عالم محمد قاسم صاحب نے سب خلفاء اور درویشوں سے فرمایا کہ جو
میرے ساتھ ملنے کی محبت رکھتے ہیں وہ لاہور لکھن شریف جا کر پیر صاحب سے
ملیں اور جو خواجہ محمد بخش سے محبت رکھتے ہیں وہ یہاں موہڑہ شریف میں مجھ سے
ملیں۔ اب ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ ہمارا ایک ہی معاملہ ہے۔

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

۴۸۔ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کی اہمیت

حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ
چوبیس ہزار انبیاء بنائے اور اتنے ہی مجھ سے خلفاء بنائے۔ پانچ خلفاء سب سے
افضل ہیں اور پانچ میں سے دو افضل تر ہیں اور دو میں سے ایک خلیفہ جو لاہور لکھن
شریف والے ہیں وہ افضل و اعلیٰ ہیں۔ باقی تمام خلفاء میرے پاؤں پر کھڑے
ہیں۔ جب میں ذرا نظر اِدھر اُدھر کروں تو گر کر ناکام ہو جائیں لیکن پیر صاحب
لکھن شریف والے اس وقت اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔ ان کو کوئی خوف و خطر
نہیں۔

۴۹۔ مرید کی امداد

اعلیٰ حضرت کی خادمہ زہراں بی بی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں آپ کے نزدیک ہی کمرے میں لیٹی تھی۔ سحری کے وقت میں نے دیکھا کہ چار پائی خالی پڑی ہے۔ حضرت خواجہ محمد عارف صاحب کی والدہ سے کہا کہ اعلیٰ حضرت چار پائی پر نہیں ہیں۔ گھر کے باہر ادھر ادھر کھیتوں کی طرف دیکھا تو آپ کہیں نظر نہ آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں لیٹ گئی۔ پھر آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت چار پائی پر موجود ہیں اور آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے کپڑے کس طرح بھیگ گئے ہیں، آپ نے فرمایا یہ نہ پوچھو۔ بار بار اصرار کرنے پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرید نے مجھے مدد کے لئے پکارا۔ محمود بوٹی بند کے نزدیک پانی بہت تیز تھا۔ اس کے مکان کے گرد بند باندھنے گئے تھے۔ اس لئے ہمارے سب کپڑے بھیگ گئے ہیں۔

۵۰۔ لکھن شریف سے آواز

آپ کی خادمہ زہراں بی بی اپنے خاندان کے ساتھ چک دلھواں ضلع ساہیوال میں تھی۔ اس نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت نے موہڑہ شریف جانے کی تیاری کی۔ آپ نے لکھن شریف بیٹھے ہوئے مجھے آواز دی۔ زہراں زہراں موہڑہ شریف جانا ہے۔ تو جلدی آؤ۔ میں نے یہ آواز چک دلھواں میں سنی دن کے بارہ بجے یہ آواز سنی اور کرائے کا انتظام کر کے لکھن شریف کی طرف چل پڑی۔ عصر کے وقت لکھن شریف پہنچ گئی۔ آپ لاہورا سٹیشن کی طرف چلے گئے تھے۔ میں بھی جلدی سے وہاں پہنچ گئی۔ گاڑی کا وقت کافی دیر سے ہو چکا تھا۔ مگر آپ پلیٹ

فارم کے بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی چل کر رک گئی۔ گویا گاڑی کو جام کر دیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ گاڑی میں بیٹھ جائیں، آپ نے فرمایا تھوڑی دیر میں بیٹھیں گے یہاں پر جگہ نظر نہیں آتی۔ پچھلی گاڑی میں بیٹھ جائیں گے۔ اس بہانے سے بیٹھے رہے معلوم نہیں تھا کہ آپ زہراں بی بی کا انتظار کر رہے ہیں۔ زہراں بی بی کے آنے پر ہم اسی گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی چل پڑی۔

۵۱۔ بزرگی کی طاقت

زہراں بی بی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک سیّد لکھن شریف میں آیا اور اپنے جوتوں سمیت اعلیٰ حضرت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کو کہا کہ تخت پر اس طرح نہیں بیٹھنا چاہیے۔ اس نے کہا یہ تخت تو میرا ہے میں نے دوسرے کمرے میں اعلیٰ حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے آکر اس سے پوچھا کہ تخت پر اس طرح نہیں بیٹھنا چاہیے۔ سیّد نے کہا کہ مجھ سے بات نہ کرو، میں اس دربار اور تخت کو ختم کر دوں گا اور یہ کہہ کر قبرستان میں چلا گیا اور اپنے جنتر کرنے لگا۔ اور خوب اپنی روحانی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ مگر کچھ نہ بن سکا۔ اعلیٰ حضرت نے رات کو مجھے کہا کہ یہ روٹی اور دودھ کی گڑوی اس سیّد کو دے دو۔ میں نے آپ سے کہا کہ اس کو لنگر نہیں دینا چاہیے۔ پھر میں نے آپ کا حکم مانا اور اس کے پاس کھانا لے گئی۔ اس سیّد نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنی گھوڑی سفر کے لئے دے دو۔ میں آپ کی گھوڑی دور کنوئیں پر لے گئی۔ آپ نے درویشوں کو حکم دیا کہ گھوڑی کو تلاش کریں وہ تلاش نہ کر سکے میں نے آپ سے کہا کہ یہ گھوڑی بہت پیاری ہے یہ نہیں دوں گی۔ حضرت پیر محمد عارف حسین صاحب کا گھوڑا بہت خوبصورت تھا، وہ اس کو دے دیا۔ آپ نے گھوڑے کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ گھوڑا یہاں سے نہ

جانے کے لئے روتا تھا۔ سیّد صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے۔ تین بار اس نے سیّد صاحب کو نیچے گرا دیا۔ گھوڑا گھر آ گیا۔ پھر آپ نے سید صاحب کو ایک اور گھوڑی دی۔ بعد میں آپ نے فرمایا، اگر یہ سیّد کچھ روحانی طاقت والا ہوتا تو گھوڑے کو لے جا کر دکھاتا۔

۵۲۔ نفس کی مخالفت

زہراں بی بی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت تخت شریف پر بیٹھے تھے۔ میں قریب ہی بیٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ستو پینے کو جی چاہتا ہے۔ میں مائی صاحبہ کے پاس گئی، انہوں نے بتایا کہ فلاں جگہ سے ستو لے جاؤ۔ میں غلطی سے گندم کی کھونیاں پسی ہوئی جو کڑوی ہو چکی تھیں، آپ کے پاس لے گئی۔ اور گھول کر آپ کو دیئے۔ وہ اتنے کڑوے تھے کہ گلے میں نہیں اتر سکتے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تم بھی کھاؤ۔ جونہی میں نے کھائے۔ میرے گلے سے نیچے نہ اترے۔ میں ہاتھ باندھ کر معافی مانگنے لگی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں تو ستو لائی تھی لیکن یہ کوئی اور چیز غلطی سے آ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پیالا میری امانت ہے میں جس وقت چاہوں گا، تم سے لے لوں گا، دوسرے روز آپ نے وہی پیالا منگوایا اور کھانا شروع کیا اور پھر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوئے۔ یہ ستو مانگتا تھا۔ اب پیو ستو اور اپنے نفس کو خوب کچلا۔

۵۳۔ نفس کی مخالفت

زہراں بی بی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ لنگر کی دال میں شائد پھٹکری ڈالی گئی۔ دال کڑوی ہو گئی۔ تمام لوگوں کو پتا شے دیئے گئے، انہوں نے دال

میں ڈال کر کھائے، آپ نے اپنا کڑوی دال والا پیالہ مجھے دیا اور فرمایا کہ امانت کے طور پر رکھو صبح لنگر کی دال میں پتاشے ڈال کر خوب ہاتھ ہلایا اور تمام لوگوں میں تقسیم کیا گیا اور یہ مزیدار لنگر لوگوں نے انگلیوں سے چاٹ چاٹ کر کھایا۔ صبح آپ نے وہی کڑوا پیالا منگوایا اور کھانے لگے، اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا کہ کل یہ کھیتوں میں حلوہ مانگتا تھا، اب کھا یہ حلوہ اور تین بار خوب نفس کو کچلا۔

۵۴۔ درویشی لنگر

زہراں بی بی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ نے دیگ میں دودھ ڈالا۔ اس میں پھک والے چاول، پھلیاں، پتا شے، جلیب لسی سب کچھ ڈال کر کھیر پکوائی۔ کھیر اتنی مزیدار تھی کہ سب لوگوں نے خوب مزے سے کھائی۔

۵۵۔ جنات آپ کے خدمت گار تھے

زہراں بی بی نے بیان کیا کہ میں رات کو باہر کا دروازہ بند کر کے سوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں بھول گئی۔ رات کو دیر سے اٹھ کر دروازہ کی طرف گئی۔ میں نے اندھیرے میں دیکھا کہ ایک آدمی تقریباً دس فٹ لمبا دروازے میں لیٹا ہے۔ میں کچھ اور آگے گئی، وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کا سر چھت سے لگا ہوا دیکھا۔ میں دروازہ بند کر کے واپس آ گئی اور یہ بات اعلیٰ حضرت کو بتائی۔ آپ نے فرمایا، وہ بھی پہرے دار تو بھی خدمت گزار۔ مت ڈرو، یہ جن ہے، آئندہ نہ ڈرنا۔

۵۶۔ باطن شناسی

بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ ایک آدمی لکھن شریف میں آیا۔ کہنے لگا کہ میں نے حج کرنا ہے۔ حج کے لئے رقم اکٹھی کرتا پھرتا تھا اور لوگوں میں بہت معزز ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص بہت دھوکا باز ہے اسی طرح دوسرے دیہات میں رقم کے لئے گیا لیکن جلد ہی اس کا فریب ظاہر ہوگیا۔

۵۷۔ مرید کی حفاظت

بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ نور محمد پسین کا رہنے والا اعلیٰ حضرت سے ملنے کے لئے لکھن شریف کی طرف چل پڑا۔ راستے میں جنات کا ڈیرہ تھا، آپ اس کے آگے ظاہر ہوئے۔ اس نے آپ کو دیکھا کہ یہ میرے مرشد جارہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ تیز تیز جارہے ہیں۔ اس نے آپ سے ملنے کی کوشش کی مگر نہ مل سکا۔ جب وہ دربار شریف میں آیا تو آپ تخت شریف پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا کہ میں نے آپ کو ملنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ بہت تیزی میں تھے۔ فرمانے لگے ہم وہاں باطن میں ظاہر ہوئے تھے۔ تمہاری حفاظت کے لئے گئے تھے۔ وہاں جنات کے ڈیرے ہیں۔

۵۸۔ جن آپ کے مرید تھے

بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ مہلواں والا ایک شخص جس پر جن کا سایہ تھا، نے بہت منت سماجت کی کہ مجھے چھوڑ دے، جن نے کہا کہ میرے پیر کا مرید ہوجا پھر چھوڑ دوں گا۔ یہ واقعہ حضرت صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔

بابا عبداللہ کھوجی نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت لوگوں کو لنگر کھلانے کے بعد مجھے ایک پرات میں بہت سالنگر دے کر ایک پرانے کمرے کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ میں روزانہ کئی مرتبہ اسی طرح لنگر لے کر جاتا۔ ایک مرتبہ میں نے سوچا کہ دیکھوں گا کہ یہ لنگر کس کے لئے جاتا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا کہ دروازے سے لمبے لمبے ناخنوں والا ہاتھ پرات کو کھینچ رہا ہے۔ میں نے اندر جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ کون سی چیز ہے۔ ایک زور سے تھپڑ میرے منہ پر پڑا۔ میں زمین پر گر کر بھاگا اور پھر کبھی وہاں نہ دیکھا۔ اعلیٰ حضرت جنات کے لئے لنگر بھیجتے تھے۔

۵۹۔ مرشد کی زیارت

بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ منگا کمہار جو پنڈ مانے کا رہنے والا تھا، لکھن شریف کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ بیٹھا تھا۔ آپ نے منگا سے کہا کیا تم نے موہڑہ شریف کے بابا جی کی زیارت کرنی ہے؟ اس نے کہا ہاں جی فرمایا موہڑہ شریف کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کرلو۔ اس نے دیکھا کہ ایک سیدھا روشن راستہ موہڑہ شریف کی طرف جاتا ہے۔ اور وہاں حضرت خواجہ محمد قاسم کی زیارت کرلی۔

۶۰۔ مرشد کی زیارت کے لئے جانا بہت بڑا درجہ ہے

بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ صوفی غلام محمد اور میں ساہیوال سے اکٹھے اعلیٰ حضرت سے ملنے کے لئے چل پڑے۔ وہ دن حج کا تھا۔ لکھن شریف میں اعلیٰ حضرت میری بیٹی زہراں سے فرمانے لگے: جو مکہ شریف کی طرف گئے ان کا

حج منظور ہو گیا اور جو ادھر آ رہے ہیں ان کا حج بھی منظور ہم دونوں اسی دن آپ کے پاس آئے۔

۶۱۔ جانوروں سے ہمدردی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کہیں دور تشریف لے گئے اور کافی دن باہر رہے۔ ایک شخص محمد علی نے دربار شریف کے بھینسے کو تین زور زور سے ڈنڈے مارے کچھ دنوں کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے۔ آتے ہی اپنی پہلی فرصت میں اس آدمی کو بلایا۔ بھینسے کو ڈنڈے مارنے کے متعلق سخت غصہ کا اظہار فرمایا مگر اس نے اپنی غلطی کو تسلیم نہ کیا بلکہ جھوٹ بول کر اپنے کئے پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس پر اعلیٰ حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ایک تو نے غلطی کی ہے دوسرے جھوٹ بولتا ہے آپ نے اس سے کہا کہ ادھر آ کر میری کمر دیکھو۔ اگر اس پر تین خراش کے نشان ہیں تو میں سچا ہوں ورنہ آپ سچے ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ واقعی آپ کی کمر پر تین نشان تھے۔ وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگنے لگا۔ ثابت ہوا کہ آپ کو مویشیوں سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ ہل چلاتے وقت بیلوں کو ہشیار یا دائیں بائیں کرنے کے لئے اللہ کا پاک لفظ استعمال کرتے تھے۔

۶۲۔ بچوں سے ہمدردی

شیخ کامل حضرت خواجہ محمد بخش صاحب بہت ہی رحمدل انسان تھے۔ بچوں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ دربار شریف میں اگر کوئی بچہ آ جاتا تو اسے گود میں بٹھا لیتے۔ بچے کا سر اور منہ چوم لیتے اور ارشاد فرماتے کہ چھوٹے بچے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ انکی دعا قبول ہوتی ہے۔ جس دل میں ان کے

لئے شفقت نہیں وہ پتھر کی مانند ہے۔ جو بچہ آپ کے پاس آ جاتا، اسے پیار سے بٹھا کر کلمہ شریف پڑھاتے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا بھی کھاتے۔ ایک مرتبہ دریائے راوی کے اس پار پنڈ سعد میں تشریف فرما تھے۔ وہاں کے لوگوں کو دین محمدی سے آگاہ کیا۔ ایک روز جب نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے کہ چند چھوٹے چھوٹے بچوں نے آپ کا دامن تھام لیا۔ اور اصرار کیا کہ باباجی چلو دریا کی سیر کریں۔ اور جا کر نہائیں۔ آپ مسکرائے اور ان کے ہمراہ چل پڑے۔ آپ نے بچوں کے ساتھ خوب سیر و تفریح کی اور دریا میں غسل بھی فرمایا۔ وہاں نماز ظہر ادا فرمائی۔ بچے جلدی واپس نہیں آنا چاہتے تھے لہذا آپ کو نماز عصر اور مغرب بھی وہاں ہی ادا کرنا پڑی۔ واپس آتے وقت راستے میں بچوں کو ساتھ ملا کر بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر کیا۔ ادھر میزبان سخت بے چین تھا کہ اعلیٰ حضرت کو کافی دیر ہو گئی ہے۔ واپسی پر آپ نے فرمایا کہ میں بچوں کو ناراض کر کے کیونکر جلدی آ سکتا تھا۔

۶۳۔ چور کو راہ راست پر لانا

ایک مرتبہ رات کی تاریکی میں ایک چور چوری کی غرض سے باہر کھیتوں میں گھوم رہا تھا تا کہ موقع ملتے ہی اپنا کام کرے۔ خدام دربار شریف نے اسے پہچان لیا اور پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندم چوری کرنے ادھر آیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا، اور فرمایا کہ چوری بری عادت ہے۔ نیز حرام روزی میں برکت نہیں۔ اگر تجھے غلہ کی ضرورت تھی تو سیدھے ہمارے پاس آ جاتے۔ وہ نہائت ہی شرمندہ ہوا اور آپ سے معافی طلب کی۔ آخر آپ نے اسے نماز پڑھائی اور لنگر سے کچھ غلہ دے کر روانہ

کر دیا اور چور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

۶۴۔ کشمیر کے سفر میں چور کو پکڑنا

ایک مرتبہ آپ بیل گاڑیوں سے سامان لاد کر کشمیر کی طرف جا رہے تھے۔ اور ذکر الہیٰ میں محو تھے۔ تاریکی کی وجہ سے دور دور تک کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تین چوروں نے چلتی بیل گاڑی سے ایک بیل علیحدہ کر لیا اور بیل کی بجائے ایک طاقتور چور دوسرے بیل کے ساتھ گاڑی کھینچنے لگا۔ اچانک آپ نے ہوش سنبھالا اور دیکھا کہ ایک طاقتور چور گاڑی کھینچ رہا ہے۔ اس چور کا خیال تھا کہ جب اس کے دوسرے ساتھی دور چلے جائیں گے تو وہ بھی گاڑی چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ مگر آپ نے اسے موقع پر ہی پکڑ لیا۔ اور کہا سبحان اللہ! تیری کیا شان ہے کہ ایک بیل کے بدلے انسان دے دیا۔ واہ اللہ تو بڑا کارساز ہے۔ چور نے فرار ہونے کی بے سود کوشش کی مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے ہاتھ کس کے ہاتھ میں ہیں۔ چور نے دوبار پوری ہمت کی لیکن اس دفعہ بھی ناکام رہا۔ لہذا آپ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ یہ سودے کی بات ہے۔ یعنی بیل واپس کرنے پر ہی خلاصی پاسکو گے اس چور نے اپنے ساتھیوں کو زور زور سے آوازیں دیں کہ بیل واپس لے آؤ اور مجھے چھڑا لے جاؤ۔ اس کی آواز سن کر دوسرے ساتھی۔ بھی واپس آگئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ وہی بیل دے کر اپنا ساتھی چھڑایا۔

۶۵۔ آپ کی بے مثال صورت وسیرت

آپ کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کا نور برستا نظر آتا۔ آپ نہائت ہی نرم آواز سے گفتگو فرماتے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جب میں دورشریف پڑھتا ہوں تو میرے دل اور روح کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کو ازلی فیض حاصل تھا کہ ہر شخص کی دلیل کا اندازہ لگا لیتے اور اس کی دلیل کا اشارہ سے جواب دے دیتے۔ جب آپ نیند اور آرام فرماتے تو ظاہری طور پر آپ کی آنکھیں بند ہوتیں لیکن باطنی آنکھیں کھلی رہتیں۔ آپ کی تمام زندگی قابل رشک ہے۔ صاحب اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب مال بھی تھے۔ اگرچہ شان وشوکت سے زندگی بسر کر سکتے تھے مگر آپ نے سادگی کو اختیار کیا۔ اور اسی پر قائم رہنے کا سبق لوگوں کو آخر دم تک دیتے رہے۔ درویشی کا یہ عالم تھا کہ دو دن کا پکا ہوا سالن کھا لیتے اور سوکھی روٹی شوق سے کھاتے اور فرماتے یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جوانی کے دنوں میں اپنی زلفوں کو رسی کے ذریعے مکان کی چھت سے باندھ دیتے، اور پاؤں کے نیچے کنکر بچھا لیتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت نیند نہ آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے مرنے سے پہلے اپنے آپ کو مار لیا ہے اور فنا کے درجے میں پہنچ چکے ہیں۔

۶۶۔ روحانی طاقت کا مظاہرہ

آپ نہائت ہی عقلمند درویش تھے۔ کوئی مشکل بھی آپ کے سامنے آسان ہوتی۔ ایک مرتبہ ایک بھاری لکڑی مکان کی دیوار پر چڑھانی تھی۔ جسے

اٹھانے کے لئے کم ازکم بیس آدمیوں کی ضرورت تھی۔ مگر آپ نے تین چار آدمی لے کر بسم اللہ پڑھی اور لکڑی منزل مقصود تک پہنچا دی۔

۶۷۔ صاحب مزار سے ملاقات

ایک مرتبہ آپ کھاریاں شہر کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں نماز عصر ادا کرنے لے لئے ایک مسجد میں تشریف لائے۔ نماز سے فارغ ہوکر ''اورادِ نظیریہ'' پڑھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ آپ کھڑے ہوکر وظائف پڑھنے لگے۔ اپنے کندھے کے اوپر والی سفید چادر بچھادی۔ وہاں سے فارغ ہوکر کھاریاں شہر پہنچے تو ایک مرید نے درخواست کی کہ راستے میں جب آپ نے درود شریف پڑھنا شروع کیا تو اپنے سامنے اپنی چادر کیوں بچھادی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس جگہ کے قریب ایک سید درویش کا مزار ہے اور وہ شاہ صاحب ہماری مجلس میں آکر شامل ہوگئے تھے۔

۶۸۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے روضہ پر حاضری

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش پاکپتن شریف کے علاقہ میں تشریف فرما تھے۔ اور حضرت بابا فرید شکر گنج کے مزار پر حاضری کے لئے گئے۔ مزار کے اندر ختم شریف پڑھ کر مراقبہ کیا۔ معلوم ہوا کہ صاحب مزار روضہ میں آرام سے سوئے ہوئے ہیں۔ لہذا آپ یہ کہہ کر واپس ہوئے کہ جس کے گھر آئے ہیں وہ تو آرام سے سوئے ہوئے ہیں، آخر علاقہ کا دورہ مکمل کرکے واپس دربار لکھن شریف پہنچ گئے۔ آدھی رات کو جبکہ آپ نیند فرما رہے تھے، اچانک آپ پر دباؤ پڑا تو پوچھا کون ہے، مگر جواب نہ ملا، دوسری رات بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ کون شخص

نیند میں دخل دیتا ہے۔ تیسری رات کو بھی وہی معاملہ ہوا تو آپ نے پوچھا تم کون ہو، ظاہر کیوں نہیں ہوتے، جواب ملا کہ آپ پاکپتن جا کر بیٹھے ہی تھے اور کہہ کر چلے آئے کہ جس گھر آئے ہیں۔ وہ تو آرام سے سو رہے ہیں لیکن میں تو تین دن سے متواتر اتنی لمبی مسافت طے کر کے آرہا ہوں اور آپ نیند فرما رہے ہیں، لہذا حضرت صاحب سمجھ گئے اور مسکرانے لگے۔

۶۹۔ سکھ کی میت کو آگ نہ لگنا!

۱۹۲۴ء کا واقعہ ہے کہ لکھن شریف کے ایک قریبی گاؤں ''مانا'' میں ایک سکھ رہتا تھا۔ اسے حضرت خواجہ محمد بخش صاحب سے بہت محبت تھی اور اتنا مانوس ہو چکا تھا کہ کسی وقت جدائی برداشت نہ کرتا۔ وہ روزانہ صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضری دیتا۔ لوگ حیران تھے کہ اسے کیا ہوگیا ہے۔ وہ لوگوں کو جواب دیتا کہ اگر میں کسی دن آپ کی زیارت نہ کروں تو میرے دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ ظاہری طور پر وہ اپنے سکھ مذہب پر قائم تھا اور باطنی طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کی موت کی اطلاع حضرت صاحب کو بھی مل گئی۔ جب اس کے خاندان والے اس کی میت کو جلانے لگے تو میت کو آگ نہ لگ سکی۔ سکھ مذہب کے مطابق جب کسی میت کو آگ نہ لگے تو وہ میت کو گناہ گار تصور کرتے ہیں۔ وہ پریشان ہوگئے اور انہوں نے سوچا کہ ہمارا یہ شخص لکھن شریف میں پیر صاحب کے پاس جاتا تھا، وہاں سے دعا کرائی جائے کہ ہماری میت کو آگ لگ جائے چنانچہ اس کے گھر والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قبلہ حضرت صاحب سے درخواست کی کہ ہماری میت کو آگ نہیں لگتی۔ آپ دعا کریں کہ وہ جل جائے اور کہا کہ اگر اسے آگ نہ لگی تو لوگ اسے گناہ گار سمجھیں گے اور

ہمارے خاندان کی بے عزتی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ملنے والے کو آگ نہیں لگ سکتی۔ سکھ کی والدہ سے آپ نے فرمایا کہ ہمیں تیری تھوڑی سی بات ماننی پڑے گی۔ یہ کہہ کر آپ مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ پونے گھنٹے کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور ان سکھوں سے کہا کہ ہم نے اپنے ساتھی کا کام کر دیا ہے۔ جاؤ، اس کی لکڑیوں کے ڈھیر کو آگ لگا دو اور لکڑیوں کے درمیان نہ دیکھنا۔ تمہاری عزت بھی رہے گی۔ وہ سب واپس چلے گئے اور جا کر ڈھیر کے درمیان دیکھا تو میت غائب ہو چکی تھی۔ اب انہوں نے کسی کو کچھ نہ بتایا اور لکڑیوں کے ڈھیر کو آگ لگا دی۔ اور ان کی عزت بھی بحال رہی۔ ثابت ہوا۔

چنگیاں دے لڑ لگیاں میری جھولی پھُل پئے
مندیاں دے لڑ لگیاں میرے اگلے وی ڈُل پئے

۷۰۔ نابینے کو آنکھیں مل گئیں

ایک مرتبہ حضرت صاحب کے چند مرید ملاقات کی غرض سے دربار شریف میں حاضر ہوئے۔ تین چار روز قیام کے بعد انہوں نے اجازت چاہی۔ آپ انہیں الوداع کرنے کے لئے باہر کے دروازے تک تشریف لائے۔ ان لوگوں میں ایک شخص بالکل نابینا تھا۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگا کہ میں اس وقت تک دربار شریف سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں نہ عطا کر دے۔ آپ نے کافی مرتبہ اسے جانے کی اجازت دی مگر وہ اپنی بات پر قائم رہا اور اصرار کرتا رہا کہ میں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں روشن کر دے۔ اس کے یہ الفاظ سن کر آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے صدقے اس کی آنکھیں

روشن کر دیں۔ اور وہ نابینا خوشی خوشی گھر واپس لوٹا۔

۷۱۔ حالات کا کشف ہونا

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد بخش دربار عالیہ موہڑہ شریف سے واپس آ رہے تھے۔ جب بذریعہ لاری بھائی خاں قصبہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے نماز عصر ادا کرنے لے لئے لاری رکوائی اور ساتھیوں سے فرمایا کہ جس شخص کا وضو قائم ہے وہ درست ہے اور جس کا وضو نہیں وہ فوراً تیمم کر کے نماز کے لئے تیار ہو جائے۔ کچھ آدمیوں نے کہا کہ ہم نزدیک والے تالاب میں وضو کر کے آتے ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ تالاب پر جانے کی ضرورت نہیں تیمم کرنا ہی اچھا ہے باوجود منع کرنے کے چند آدمیوں نے وہاں جا کر وضو کر لیا اسی وقت ایک زمیندار جس کی زمین میں تالاب تھا۔ آ گیا آتے ہی اس نے کہا کہ آپ کو یہاں وضو نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس تالاب کا پانی پلید ہے۔ کچھ روز پہلے اس میں ایک کتا مر گیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا وضو ناقص ہو گیا ہے، یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ یعنی ایک تو وضو نہ ہوا دوسرے پیر صاحب کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ آخر تیمم کر کے نماز عصر ادا کی۔

۷۲۔ آپ نے اژدھا کو حکم دیا

جہلم شہر کی لکڑی منڈی دریا کی دائیں کنارے پر واقع ہے۔ دریا کا تیز پانی منڈی کو چھوتا ہوا آگے بہہ جاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ کے چشموں کا پانی نیچے میدان میں آ کر دریائے جہلم کا روپ اختیار کر جاتا ہے۔ اور چیل کی عمدہ لکڑیاں اسی دریا کے ذریعے جہلم شہر تک پہنچتی ہیں۔ ایک مرتبہ دیودار کی بہت بڑی لکڑی جس کا

طول و عرض گزوں میں تھا بہتی ہوئی اسی منڈی کے قریب دریا کے کنارے پر آ لگی۔ اس لکڑی کو خریدنے کے لئے ایک سوداگر آیا۔ وہ عمدہ قسم کی لکڑی تھی۔ اسے سوداگر نے گراں داموں میں خرید لیا۔ جب اُسے دریا سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو اچانک لکڑی کے سوراخ سے ایک بہت بڑا اژدھا نمودار ہوا۔ اس کی ایک ہی پھنکار سے تمام لوگ ڈر کر بھاگ گئے لیکن اژدھا کچھ دیر بعد پھر اسی سوراخ میں داخل ہوگیا۔ حتیٰ کہ وہ لکڑی تین مرتبہ فروخت ہوئی مگر اسے لے جانے میں کوئی سوداگر کامیاب نہ ہوا۔ لکڑی لمبی مدت تک اسی جگہ پڑی رہی۔ ایک دن یہ قصہ غوث الوقت حضرت خواجہ محمد بخش کے پاس کسی شخص نے سنایا۔ اب آپ نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت صاحب اسے خریدنے کے لئے جہلم شہر کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب کو لوگوں نے بہت سمجھایا کہ یہ لکڑی نہ خریدیں کیونکہ اس میں ایک خوفناک اژدھا ہے۔ اس کو چھیڑنا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ نے ان باتوں کی پروا نہ کی۔ لکڑی خریدی اور اس پر کھڑے ہوکر جلیل القدر مردمومن نے زور سے آواز دی ''اے پہرے دار اب چلاجا، تیرا فرض پورا ہوگیا ہے'' آپ کا ارشاد گرامی سن کر اژدھا فوراً باہر نکلا اور کچھ دیر سامنے کھڑا رہا اور آپ کی زیارت کر کے جہلم کی موجوں میں غائب ہوگیا اور پھر واپس نہ آیا۔

۷۳۔ چور راستہ بھول گئے

آدھی رات گزر چکی تھی، چار سکھ چوری کی غرض سے لکھن شریف آئے۔ احاطہ میں ایک عمدہ قسم کی لکڑی پڑی تھی۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ چاروں لکڑی کو اٹھا کر چلے گئے۔ انہوں نے ساری رات راہ تلاش کرتے کرتے

گزار دی۔ آخر عاجز آ کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ صبح کے وقت خدام دربار شریف کھوج نکالتے ہوئے چوروں تک جا پہنچے جو تھکان دور کرنے کے لئے خواب غفلت میں محو تھے کہ اچانک انہیں پکڑ لیا گیا۔ اور آپ کے پاس لاکر پیش کر دیا گیا۔ آپ نے انہیں ہدائت فرمائی کہ چوری بری عادت ہے اور گناہ ہے۔ آپ نے انہیں کوئی گالی نہ دی چوروں نے آپ کا حسن سلوک دیکھا تو بہت شرمندہ ہوئے اور ہمیشہ کے لئے توبہ کی۔ آپ نے انہیں رہائی بخشی۔

۷۴۔ حضرت اخون صاحب والیء ریاست سوات سے ملاقات

ایک مرتبہ آپ حضرت اخون صاحب والی ریاست سوات کے ہاں تشریف لے گئے جو کہ بہت ہی کامل مردمومن تھے۔ وہ کافی عرصہ سے مرض فالج کے مریض تھے۔ ایک مدت سے حضرت خواجہ محمد بخش کا انتظار کررہے تھے۔ حضرت صاحب کی اچانک ملاقات سے حیران رہ گئے اور فرمانے لگے کہ ہم تو ساری عمر آپ کا انتظار کرتے رہے ہیں۔ آپ نے وہاں چند روز قیام فرمایا اور واپسی پر میزبان نے ایک جبہ، دستار مبارک اور سند خلافت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ کو تمباکو نوشی کے متعلق چوراسی علمائے دین کا فتویٰ دکھایا جس کی آپ نے بھی تصدیق فرمائی۔ آپ اکثر اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ جن میں حضرت نظام الدین اولیا بھی شامل تھے۔ آپ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اکثر حاضری دیتے تھے۔ خصوصاً جمعرات کو اکثر حاضری دیتے تھے۔

۷۵۔ کھانے میں برکت ہوگئی

حضرت خواجہ محمد بخش دربا موہڑہ شریف (کوہ مری) سے واپس آرہے تھے۔ کہ جہلم کے نزدیک پنڈ چکو ہا میں ایک شخص نور حسن کے گھر میں قیام فرمایا۔ یہ شخص آپ سے بہت محبت کرتا تھا۔ مگر غریبی سے پریشان تھا۔ آپ کے ساتھ ساٹھ آدمی تھے۔ اس کو فکر تھا کہ اتنے زیادہ مہانوں کی دعوت کس طرح کر سکوں گا۔ اس نے اللہ کو یاد کیا اور کھانا پکانے لگا۔ اس کے پاس صرف پانچ سیر گندم کا آٹا اایک مرغی تھی۔ وہی اس نے پکادی، ادھر حضرت صاحب کو اطلاع دے دی کہ یا پیر جی میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس جو کچھ تھا حاضر کر دیا۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری عزت رکھ لے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ یا اللہ تو بابرکت ہے اس کھانے میں بھی برکت فرما۔ آپ نے سارا کھانا اپنے سامنے رکھ لیا اور اس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی۔ کھانا شروع ہو گیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن پھر بھی وہ پانچ سیر آٹا اور ایک مرغی کی دعوت ختم نہ ہو سکی۔ یہ دیکھ کر میزبان بہت خوش ہوا۔

۷۶۔ مرید کی غائبانہ امداد

ایک مرتبہ شاہ شرف الدین ماڑی شریف والے کسی گھریلو غرض سے اپنے پیرو مرشد جناب محمد بخش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دربار موہڑہ شریف جانے کا حکم مل گیا اور شاہ صاحب نے موہڑہ شریف کا رخ کر لیا۔ ابھی منزل مقصود پر نہیں پہنچے تھے کہ تھک کر بیٹھ گئے اور راستہ بھی بھول گئے۔ ادھر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ اچانک چار جنگلی شیروں نے آکر گھیر اڈال لیا۔ شاہ

صاحب ان شیروں کو دیکھ کر بہت گھبرائے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر اپنے مرشد کو یاد کیا۔ ابھی دل میں دعا کر ہی رہے تھے کہ وہاں پر آپ ظاہر ہوئے۔ آپ کو دیکھ کر جنگلی شیر بھاگ گئے۔ اس کے بعد حضرت صاحب انہیں راستہ بتا کر اچانک غائب ہو گئے اور شاہ صاحب موہڑہ شریف جا پہنچے جن کا پہلے سے انتظار ہو رہا تھا اور وہاں سے انعام و کرام لے کر گھر واپس آ گئے۔

۷۷۔ مقدمہ میں راہنمائی

آدھی رات کا وقت تھا۔ ظاہری طور پر حضرت خواجہ محمد بخش چارپائی پر آرام فرما تھے اور باطنی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر تجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کی بیوی محترمہ لہب بی بی حاضر ہوئی، انہوں نے دیکھا کہ آپ چارپائی پر چادر اوڑھے ننگے لیٹے ہیں۔ مائی صاحبہ نے پوچھا کہ آپ کے کپڑے کہاں ہیں۔ فرمایا وہ سامنے لٹکے ہوئے ہیں۔ مائی صاحبہ نے دیکھا کہ کپڑے گیلے ہیں اور سرخ رنگ کی مٹی لگی ہوئی ہے۔ مائی صاحبہ نے پوچھا یہ کس طرح گیلے ہو گئے ہیں، آپ نے اس معاملے کو چھپانے کی کوشش کی لیکن مائی صاحبہ کے بار بار اصرار پر آپ نے بتایا کہ میں جہلم کے قریب ایک مرید کے مقدمے میں کامیابی لکھنے کے لئے گیا تھا۔ کیونکہ اس نے مجھے کئی بار یاد کیا۔ واپسی پر دریائے جہلم سے گزرا۔ اس کے پانی سے میرے مرشد کے علاقے کی خوشبو آ رہی تھی۔ اور پہاڑوں کا سرخ رنگ کا پانی دیکھ کر سوچا کہ اس میں غوطہ لگالوں جب غوطہ لگایا تو دل کو سکون مل گیا گویا وصال یار ہو گیا۔ اس وجہ سے تمام کپڑے بھیگ گئے ہیں۔

۷۸۔ غائبانہ حج

ایک مرتبہ ایک عورت نے حضرت خواجہ محمد بخش کے ہاتھ پر بیعت کی اور کافی عرصہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتی رہی۔ ایک دن اس نے حج کے لئے ایک درخواست دی اور وہ منظور ہوگئی، جب کراچی شہر پہنچی تو وہاں اس نے سوچا کہ میرے مرشد کے بغیر میرا حج نہیں ہوسکتا۔ اس نے ارادہ کیا کہ میں اکیلی حج نہیں کروں گی۔ آپ اس کے سامنے ظاہر ہوئے۔ وہ عورت آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ آپ نے بحری سفر اس کے ہمراہ کیا۔ طواف اور روضہ رسول کی زیارت بھی مل کر کی اور کراچی تک واپس بھی اس کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد آپ اچانک غائب ہو گئے۔

۷۹۔ مقدمہ میں غیبی طور پر امداد

ایک مرتبہ دربار لکھن شریف کی عمارت مرمت ہو رہی تھی۔ چند خدام اور معمار اپنے کام میں مصروف تھے۔ اعلیٰ حضرت مکان کی چھت پر تشریف لے گئے۔ مگر پاؤں پھسل جانے سے نیچے گر پڑے، جس سے آپ کو سخت چوٹ لگی۔ آپ نے لوگوں سے کہا مجھے اسی جگہ چھت پر لے جاؤ۔ آپ نے اسی جگہ کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر تیری تقدیر میں کوئی فرق آیا ہے تو پھر میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار ہوگئے۔ دوسری طرف موہڑہ شریف کے سجادہ نشین نظیر احمد صاحب کسی مقدمہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ تاریخ پیشی کے لئے جب راولپنڈی پہنچے تو ان کی ملاقات احاطہ کچہری میں ہوئی۔ صاحبزادہ نے آپ کو مقدمہ کی کاروائی سے آگاہ کیا اور دعائے خیر کے لئے کہا تو حضرت صاحب نے

اللہ تعالیٰ کے حضور نہائت ہی خضوع وخشوع سے دعا مانگی لہٰذا پیر نظیر احمد صاحب کو کمرہ عدالت میں داخل ہوتے ہی بری کا حکم سنایا گیا حالانکہ مقدمہ کی کاروائی نہائت ہی سخت تھی۔ مگر حضرت صاحب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے کرم نوازی فرمائی۔ جب پیر نظیر احمد صاحب لکھن شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب چار دن سے بیمار ہیں اور چل بھی نہیں سکتے۔ پیر صاحب سوچنے لگے کہ آپ تو مجھے کل راولپنڈی کچہری میں ملے تھے اور مقدمہ میں میری رہنمائی فرمائی تھی، چنانچہ پیر نظیر احمد صاحب آپ سے پوچھنے لگے کہ کل آپ مجھے راولپنڈی کی کچہری میں ملے تھے؟ آخر اس میں کیا راز ہے۔ یہ سن کر آپ مسکرا دیئے اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہ کہا۔ آپ ایسے واقعات کو کافی حد تک راز میں رکھتے تھے۔ ظاہر داری سے ہمیشہ پرہیز فرماتے۔

۸۰۔ حقہ سے نفرت

مروی ہے کہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کے ایک مرید کو حقہ پینے کی بہت زیادہ عادت تھی۔ اس کا نام فتح علی تھا اور وہ موضع آکیا نزد لالہ موسی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کا رہنے والا تھا۔ حضرت صاحب نے اسے حقہ پینے سے منع فرمایا۔ اس نے کافی کوشش کی لیکن حقہ پینے کی عادت ختم نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ پھر حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن حقہ کی عادت نہیں جاتی۔ آپ نے فرمایا حقہ خود ہی چھوڑ دو تو بہتر ہے۔ اس نے کہا میں اس عادت سے بہت مجبور ہوں آپ ہی چھڑا دیں، فرمایا کہ آج سے آپ کی حقہ نوشی بند ہے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کا حقہ ایسا بند ہوا کہ اگر کسی حقہ پینے والے کے ساتھ بیٹھ جاتا تو اسے قے شروع ہو جاتی۔ اگر اتفاق سے کسی حقہ نوشی کی محفل سے

گزرتا تو بھی اسے قے آجاتی۔ یہاں تک کے کہ ایسی عادت والے کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ اس طرح بار بار قے آنے سے اس کا جسم کمزور ہوگیا۔ ایک دن اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اب مجھے معاف فرمایا جائے۔ آپ نے معاف فرمایا اور اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اب اسے قے آنا بند ہوگئی لیکن اس نے حقہ کو تمام زندگی ہاتھ نہ لگایا۔

۸۱۔ جانوروں نے آپ کا حکم مانا

آپ نے ایک بکری پال رکھی تھی، ایک دن اس نے کسی کی فصل کا نقصان کیا۔ اس بات کی اطلاع آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے بہت غصہ کیا۔ بکری کو پکڑ کر خوب پٹائی کی اور فرمایا اے حرام خور! ہمیں حرام کا دودھ پلانا چاہتی ہے؟ اس کے بعد اس بکری نے بھول کر بھی کسی کی فصل کا نقصان نہ کیا۔

آپ کی گھوڑی ہرروز دربار شریف جا کر تعظیماً آپ کے قدم مبارک چومتی تھی۔ اور پچھے قدم دربار شریف سے واپس آتی تھی۔ اس طرح دیگر مویشی بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے اکثر بیلوں کے نام رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک بہت ہی قیمتی جوڑا تھا جن کے نام ''بچو'' اور سرمہ'' تھے، ایک روز لنگر میں سے گوشت پکانا درکار تھا مگر درویش سوچ رہے تھے کہ کونسا جانور ذبح کیا جائے، آپ نے فرمایا کہ آج بچو کی باری ہے۔ اس کو ذبح کرنے کے لئے رسہ کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو کہہ دو کہ بچو آج تمہاری قربانی درکار ہے۔ خلیفہ نے جا کر بچو کو آواز دی بچو فوراً بھاگ کر آیا اور ذبح کرنے والی جگہ پر پہنچ گیا۔ گویا کہہ رہا ہو'' سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے!'' خلیفہ نے پکڑ کر ذبح کر دیا۔ بچو کے دوسرے ساتھی ''سرمہ'' کی قربانی موہڑہ شریف کے عرس میں کی گئی۔

۸۲۔ مرید کو قتل ہونے سے بچالیا

شاہ شرف الدین ماڑی شریف والے نیک سیرت انسان تھے اور قبلہ عالم سخی خواجہ محمد بخش صاحب کے لاڈے اور چہیتے مرید تھے۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ شاہ صاحب پروانہ وار دربار لکھن شریف کے چکر کاٹتے رہتے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب اپنے گاؤں ماڑی شریف میں بیٹھے ہوئے تھے اور کسی وجہ سے سکھوں کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔ بات لمبی ہوگئی اور لڑائی تک نوبت آگئی۔ چند سکھوں نے ہتھیاروں سے شاہ صاحب پر حملہ کر دیا۔ شاہ صاحب بھی عالی ہمت انسان تھے۔ انہوں نے اللہ کا نام لے کر نعرہ لگایا اور دو سکھوں کو فوراً قتل کر دیا۔ مقتولان کے خاندان والوں کے دلوں میں بدلہ لینے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ایک دن شاہ صاحب گھر سے باہر جا رہے تھے، سکھوں نے اچانک آپ پر حملہ کر دیا۔ ابھی سکھوں نے حملہ کیا ہی تھا کہ حضرت صاحب وہاں ظاہر ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے شاہ صاحب کے سر پر سایہ کر دیا۔ اور فرمایا کہ شرف الدین نیچے سے بھاگ جاؤ۔ دشمنوں کا وار آپ نے ہاتھوں سے روک لیا اور شاہ صاحب دور بھاگ گئے۔ اور بال بال بچ گئے۔ بعد میں حضرت صاحب بھی وہاں سے غائب ہوگئے۔ دشمن یہ عجب ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے اور ناامید ہو کر گھروں کو چل دیئے۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی شاہ صاحب لکھن شریف میں حاضر ہوئے انہیں دیکھ کر حضرت صاحب نے فرمایا کہ شرف الدین دشمن سے بچ کر رہنا چاہیے۔ سبحان اللہ! اہل بصیرت کی کتنی بڑی شان ہے۔

۸۳۔ مرید کی غائبانہ امداد

محمد حنیف صاحب جو کہ فوج میں لانس نائیک ہیں اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد ہنگامی حالات تھے۔ کسی کام کے لئے رخصت بالکل بند تھی۔ لکھن شریف جو اس وقت ہندوستان کے قبضے میں تھا، اس سے دل کو بہت پریشانی ہوئی۔ میں فوراً لکھن شریف میں زیارت کے لئے آنا چاہتا تھا۔ تین چار دن کی کوشش کے بعد تین یوم کی رخصت مل گئی۔ میں فوراً لاہور آیا۔ اور معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی عارضی رہائش ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہے۔ میں حاضر خدمت ہوا اور ایک دن کے بعد جانے کی اجازت طلب کی۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں قبلہ حضرت خواجہ محمد بخش سے اجازت لے کر آپ کو جانے کی اجازت دوں گا۔ چنانچہ دوسرے روز صبح ہی اپنے گاؤں سندھ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ گھر میں جانا بھی بہت ضروری تھا، چھٹی ختم ہو چکی تھی۔ پھر گھر سے پیغام لے کر پیر صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ اس طرح چار دن غیر حاضر رہنے کے بعد واپس ڈیوٹی پر پہنچ گیا انہوں نے مجھے غیر حاضری کی سزا دی اور تین دن تک حراست میں رہا اور اس کے بعد سات دن تک اپنے کوارٹر میں نظر بند رہنے کا حکم دیا گیا۔ میں بہت پریشان تھا۔ اگلے دن میجر صاحب نے مجھے بلایا اور بتایا کہ کل دن کے بارہ بجے دو بزرگ سیرت انسان جن کے چہرے نورانی تھے میرے دفتر میں تشریف لائے۔ میں ان سے بات کرتے ہی خوفزدہ ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے محمد حنیف کو سزا دے کر ہمیں بہت صدمہ پہنچایا ہے اور یاد رکھو آئندہ تنگ نہ کرنا۔ میجر صاحب پوچھنے لگے کہ وہ کون تھے۔ مجھے بھی ان کا کوئی علم نہ تھا۔ میجر نے مجھے ان کا حلیہ بتایا میں نے کہا کہ اس

طرح کی شکل و صورت کے آدمی میرے مرشد حضرت پیر خواجہ محمد عارف حسین اور ان کے والد حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ہیں۔ وہ یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا محمد حنیف! آئندہ آپ کو ہماری طرف سے کسی قسم کی شکائت کا موقعہ نہیں ملے گا۔ اور نائب صوبیدار کو بلا کر بھی حکم دیا کہ اس کا خاص خیال رکھنا۔ میری سزا معاف کر دی گئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ بزرگان دین اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھتے ہیں ورنہ مجھ میں کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔

۸۴۔ کھانے میں برکت

ایک مرتبہ اتو کے اعوان ضلع لاہور کے لوگوں نے ایک بزرگ شاہ شہیداں کے مزار پر دو دیگیں چاولوں کی پکا کر عوام کو دعوت دی۔ وہاں لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ جن کے لئے درجنوں دیگوں کی ضرورت تھی۔ نیاز پکانے والے نے سوچا کہ یہ کھانا اتنے آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ اسے خیال آیا کہ اس دعوت میں قبلہ عالم سخی خواجہ محمد بخش کو شریک کیا جائے شائد ان کے آنے سے عزت رہ جائے۔ وہ شخص آپ کا مرید تھا اور حضرت صاحب کو لانے کے لئے دربار لکھن شریف حاضر ہوا۔ جو کہ ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت صاحب کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ آپ اللہ کا نام لے کر اس کے ساتھ دعوت میں پہنچ گئے۔ جاتے ہی فرمایا کہ کھانا درود شریف پڑھنے کے بعد تقسیم کیا جائے گا۔ لوگ کافی دیر تک درود شریف پڑھتے رہے چنانچہ گیارہ ہزار مرتبہ درود شریف، پانچ سو بار سورہ فاتحہ، ایک ہزار بار سورہ اخلاص اور کلمہ تمجید اور ایک سو اکاسی بار آیتہ الکرسی کا ورد کیا گیا۔ اس کے بعد کھانا تقسیم کرنے کا حکم ہوا۔ کھانا تقسیم کرنے سے قبل آپ نے اپنی کندھوں کی چادر سے دونوں دیگوں کو

ڈھانپ لیا۔ اہل گاؤں اور حاضرین نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر بھی کھانا بچ گیا۔ یاد رہے کہ گاؤں کی آبادی پانچ ہزار تھی۔ یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

۸۵۔ چیز دُگنی ہوگئی

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد بخش ۔نے تبلیغ اسلام کی خاطر ضلع جہلم کی طرف پیدل سفر اختیار فرمایا۔ آپ کے ساتھ دس بارہ آدمی تھے۔ راستے میں ایک آدمی کھیرے بیچ رہا تھا۔ آپ نے کھیرے خریدے اور انہیں تقسیم کرنے کے لئے ایک مرید کی جھولی میں ڈالے اور فرمایا کہ یہ ایک ایک کر کے سب دوستوں میں بانٹ دو۔ مرید نے حکم کے مطابق تمام ساتھیوں کو ایک ایک کھیرا بانٹ دیا۔ جب سب آدمیوں کو اپنا حصہ مل گیا تو تقسیم کرنے والے کی جھولی میں بہت سے کھیرے باقی بچ گئے اور گنتی کرنے پر معلوم ہوا کہ جتنے خریدے تھے اتنے ہی موجود ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر سب ساتھی حیران رہ گئے۔ اس کے متعلق جب حضرت صاحب سے پوچھا گیا تو آپ نے خاموشی اختیار کر لی اور کچھ نہ کہا۔

۸۶۔ مرید کو روحانی طور پر حقہ سے نفرت دلائی

ایک مرتبہ گجرات کے ایک آدمی فتح علی نے آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے اسے کچھ ہدایات دیں اور خاص طور پر حقہ نوشی سے منع فرمایا۔ واپس گھر جانے پر اس کی حقہ پینے کی عادت ختم نہ ہوئی۔ مجبور ہوگیا۔ حاضری دیتا رہا لیکن آپ کے بار بار کہنے کے باوجود اس نے یہ عادت نہ چھوڑی۔ ایک رات وہ اپنے گھر میں سو رہا تھا کہ آپ نے اپنی روحانی قوت سے

اس کی چارپائی الٹ دی اور آپ نے اس کو آواز دی کہ تم حقہ نوشی کیوں نہیں چھوڑتے۔ یہ سن کر توبہ کی اور ساری زندگی حقہ کو ہاتھ نہ لگایا۔ اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر معافی طلب کی آپ مسکرا دیئے اور معاف کر دیا۔

۸۷۔ ایک مرید کا بغیر اجازت جانا

ایک مرید نے آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ چند دن کے بعد واپس جانے کی اجازت مانگی مگر آپ نے اسے اجازت نہ دی اور مزید ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے دل میں ارادہ کیا کہ اسے بھاگ جانا چاہیے چنانچہ اگلے روز موقع پاتے ہی بھاگ گیا اور سیدھا ریلوے اسٹیشن جلو جا پہنچا۔ گاڑی آنے والی تھی۔ وہ ٹکٹ لینے کی غرض سے بابو کے پاس گیا۔ جب اس نے جیب سے نقدی نکالی اور بابو کو دکھائی تو اس نے کہا کہ آپ کا روپیہ کھوٹا ہے۔ اس نے دوسرا روپیہ پیش کیا تو اس مرتبہ بھی وہی جواب ملا حتیٰ کہ ساری رقم دکھائی مگر ایک پیسہ بھی خالص نہ نکلا۔ وہ حیران تھا کہ کیا بات ہوگئی ہے۔ اپنا شبہ دور کرنے کے لئے کسی دوسرے آدمی سے پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا۔ آخر تنگ آ کر دربار لکھن شریف کا دوبارہ رخ کیا اور سارا ماجرا حضرت صاحب کو بتایا اور عرض کی کہ قبلہ میں بہت شرمندہ ہوں۔ پھر آپ نے نہائت ہی خوشی کے ساتھ روانہ کیا اور ہدائت فرمائی کہ آنا اپنی مرضی سے ہوتا ہے اور جانا اجازت سے۔ واپسی پر اس کی تمام نقدی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر واپس کر دی اور ارشاد فرمایا کہ اب ٹکٹ مل جائے گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور بابو نے بغیر اعتراض کے ٹکٹ جاری کر دیا۔

۸۸۔ چوری شدہ بھینس

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کے مویشیوں کو صدر دین چرایا کرتا تھا۔ وہ اکثر دن کو دریائے راوی کنارے چرانے کے لئے لے جاتا اور شام کو واپس آکر پنڈ ملک پور میں رات بسر کرتا۔ ایک رات کسی چور نے موقع پا کر ایک بھینس چرالی۔ صبح سویرے چرواہے کو پتہ چلا تو اس نے واقعہ کی اطلاع حضرت صاحب کو کردی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہ ہماری چیز ہے تو چند دنوں میں واپس آجائے گی۔ جن دنوں بھینس چوری ہوئی تھی۔ اس کے پیٹ میں بچہ تھا لہذا چور کے گھر اس نے ایک بچے کو جنم دیا۔ بچے کی پیدائش کے بعد اسے دوہنے کی کوشش کی گئی تو بھینس نے قریب نہ آنے دیا۔ چور نے کئی بار قسمت آزمائی کی مگر ہر مرتبہ ناکام رہا۔ بھینس کا بچہ بھی بھوک سے تنگ تھا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ آخر تنگ آکر لکھن شریف کی طرف چل پڑا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ہیں، وہ شرمندہ ہو کر خاموش رہا۔ دوبارہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں آپ کی فلاں بھینس چوری کر کے لے گیا تھا اور اس نے بچہ بھی دیا ہے۔ مگر دودھ کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوا۔ آخر مجبور ہو کر میں آپ کی امانت واپس کرنے آیا ہوں۔ مہربانی فرما کر میری غلطی معاف فرمائیے۔ آپ نے اسے معاف کر دیا اور ہدائت فرمائی کہ آئندہ کبھی چوری کا حرام مال نہ کھانا اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو۔

۸۹۔ چور اندھا ہو گیا

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش کا بیل چوری ہو گیا۔ چور گھر پہنچ کر دوسری رات منڈی میں فروخت کرنے کے لئے گھر سے نکلا اور فوراً اندھا ہو گیا۔ گھبرا کر واپس بیٹھ گیا مگر جب صبح ہوئی تو بالکل ٹھیک ہو گیا۔ دوسری رات بھی گھر سے نکلنے کی کوشش کی لیکن پھر اندھا ہو گیا۔ تین دن تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ اتفاق سے اس کی ہمسایہ عورت کو اس معاملے کا سارا علم تھا۔ اس نے چور کو گھر بلا کر کہا اے بے وقوف آدمی! آج میں تم کو ایک وجہ بتاتی ہوں کہ ایک مرتبہ مجھے ایک ہلکے کتے نے کاٹ لیا جس سے سخت تکلیف ہوئی۔ کسی کہ کہنے پر میں دربار لکھن شریف پہنچی اور اپنی تکلیف سے آگاہ کیا۔ والئ دربار لکھن شریف حضرت خواجہ محمد بخش نے مجھے گیلی مٹی کے تین پیڑے دم کر کے دیئے اور فرمایا کہ انہیں زخم پر بار بار پھیرو تاکہ کتے کا زہر بالوں کی صورت میں باہر نکل آئے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور میرے جسم میں جو کتے کا زہر تھا بالوں کی شکل میں باہر نکل آیا اور میں بالکل تندرست ہو گئی۔ اب خود ہی سوچ لو کہ جو شخص ایک مریضہ کے بدن سے زہر بالوں کی صورت میں نکال سکتا ہے تو وہ کیونکہ ایک بڑا بیل ہضم ہونے دے گا۔ تمہارے لئے بہتر تو یہ ہے بیل کو واپس کر آؤ۔ ورنہ اس کا برا انجام ہو گا۔ اس عورت کی نصیحت کے مطابق چور بیل کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور روتے ہوئے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔ آپ نے اسے معاف کردیا اور کھانا کھلا کر جانے کی اجازت دی۔

۹۰۔ آپ کا وصال مبارک

جلیل القدر غوث زماں سخی خواجہ حضرت محمد بخش صاحب کی طبیعت ۱۹۴۳ء میں بہت کمزور ہونا شروع ہوگئی۔ وفات کے تین سال پہلے آپ نے کھانا پینا بند کر دیا تھا۔ صرف دودھ، پانی اور چائے سے افطار کے وقت گزارا کرتے تھے۔ مالک حقیقی کی جدائی میں زیادہ بے قرار رہنے لگے۔ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ سارا سارا دن سفید چادر اوڑھ کر لیٹے رہتے۔ ان دنوں آپ اپنے پیرومرشد غوث زماں پیر محمد قاسم صاحب کو آواز دینے لگتے اور کبھی عربی، فارسی اور پشتو بولنے لگ جاتے۔ سننے والوں کو کچھ سمجھ نہ آتی۔ ایسی کیفیت دیکھ کر لوگ خیال کرتے کہ آپ ضرور کسی شخص سے مخاطب ہیں یا کسی کے سوال کا جواب دے رہے ہیں اور گفتگو فرما رہے ہیں۔ جب بے خودی کی حالت کم ہوتی تو مریدین کے لئے دعائے خیر فرماتے۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء سے حالت زیادہ ناساز ہونے لگی۔ خدام نے ایک قوت بخش معجون تیار کر کے آپ کو کھلانی چاہی لیکن آپ نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ اس سے کیا ہوگا۔ اللہ کا ذکر میری خوراک اور طاقت ہے۔ حقیقت میں آپ فنافی اللہ کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ بلکہ اکثر عشق میں ڈوبے رہتے تھے۔ ۴۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو سحری کے وقت آپ کی حالت زیادہ ناساز ہونے لگی اور معلوم ہورہا تھا کہ منزل قریب ہے۔ سینکڑوں افراد خاص طور پر یاران طریقت عیادت کے لئے جمع تھے۔ دربار شریف میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ میریدین آپ کی آخری زیارت کے لئے حاضر تھے۔ عاشقوں کے لئے جدائی طوفان نوح سے کم نہ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باغ کے پرندوں سے بہار چھینی جارہی ہو۔ فجر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ نے تمام

حاضرین کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد تمام لوگ آپ کے پاس پہنچ گئے۔ دربار شریف میں ہر طرف درود شریف اور کلمہ طیبہ دھیمی دھیمی آواز سے پڑھا جا رہا تھا۔ اس وقت آپ نے پوچھا کہ اب کیا وقت ہوگیا ہے۔ خدام نے عرض کیا کہ ابھی صبح کے چھ بجے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابھی تک نو ہی نہیں بجے یہ سن کر ہر آدمی سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ نو بجے کا وقت پوچھنے میں کیا حکمت ہے۔ جب نو بجے کا وقت قریب آیا تو آپ چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور پانی منگوا کر آخری وضو فرمایا اور حاضرین کے لئے دعائے خیر فرما کر لیٹ گئے۔ یہ گھڑی دیکھ کر آپ کے جگر گوشہ صاحبزادہ محمد عارف حسین صاحب دل ہی دل میں رونے لگے۔ اور سوچا یہ تو سفر کی نشانی ہے۔ صاحبزادہ صاحب کو غمگین حالت میں دیکھ کر حضرت صاحب نے انہیں اپنے سینہ پر لٹالیا اور پیار کرنے لگے۔ اپنے پاس جو برسوں کا انوار وتجلیات کا خزانہ تھا۔ وہ صاحبزادہ کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اے میرے لاڈلے بیٹے! پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کی بھلائی کرو اور جو نور کا خزانہ آپ کے حوالے کیا گیا ہے اسے تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں ہر وقت آپ کے پاس موجود ہوں۔ میرے ہاتھ آج سے تمہارے ہاتھ اور میرا جسم و زبان آپ ہی کا جسم و زبان ہے۔ انشاللہ جس میدان میں جاؤ گے کامیاب ہو جاؤ گے۔ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد سالار قافلہ جامع صفات مرشدنا حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نے کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور ہمیشہ کے لئے اس دنیائے فانی سے چھپ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون آپ کا مزار بابرکات لکھن شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

۹۱۔ مرید پر کرم نوازی

سلطان محمود صاحب جنڈانوالہ شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بیان کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت جنڈانوالہ شریف گئے۔ میرے گھر میں ٹھہرے آپ کو رفع حاجت محسوس ہوئی۔ آپ باہر کی طرف چل پڑے، میں بھی ساتھ تھا۔ گلی کے موڑ پر ایک سکھ کا مکان تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کس کا مکان ہے؟ میں نے بتایا یہ سکھ کا مکان ہے۔ تین مرتبہ آپ نے پوچھا، میں نے یہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ مکان تیرے سوا اور کوئی نہیں لے سکتا۔ سکھ نے جب مکان بیچنے کا ارادہ کیا، کئی اور آدمی بھی خریدار تھے۔ اس مکان کی قیمت ۴۲۰۰ روپے پڑی۔ حضرت صاحب اس سکھ (دیان سنگھ) کو خواب میں ملے اور کہا کہ یہ مکان سلطان محمود کو دے دو۔ سوا چار سو روپیہ میں مجھے وہ مکان ملا اور وہ بھی قسطوں میں یہ حضرت صاحب کی بہت بڑی کرامت تھی۔

۹۲۔ مقدمہ کو صاف کر دیا

سلطان محمود صاحب بیان کرتے ہیں کہ محمد ترکھان مرالی نزد جنڈانوالہ نے ایک سکھ کا مکان بنایا۔ اس سے پہلے محمد ترکھان نے بطور۔ قرضہ اس سے رقم بھی لی تھی۔ اس نے قرضہ کی رقم کے عوض کام کر دیا۔ مگر اس نے رقم کے مطالبے کے لئے محمد ترکھان پر جعلی مقدمہ کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت صاحب کے پاس آیا۔ حضرت صاحب نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو چاٹا، گویا مقدمہ کو صاف کر دیا۔ جب واپس آئے تو الٹا یہ مقدمہ سکھ پر بن چکا تھا کہ اس نے جعل سازی کیوں کی۔

۹۳۔ آپ کی دعا پوری ہوئی

بریگیڈیر صاحبداد خاں کے والد صاحب نے دعا کرائی کہ جب حضرت صاحب ان کے گاؤں تشریف لے گئے تھے، ان دنوں ان کے والد کو کاروبار میں گھاٹا پڑ گیا تھا۔ انہوں نے آپ سے دعا کے لیئے عرض کی۔ آپ نے اس کے کاروبار کے لیئے دعا کی اور بچوں کے لیئے بھی دعا فرمائی۔ آپ کے منہ سے الفاظ نکلے میجر جنرل کرنل، آپ کی یہ دعا پوری ہوئی۔ صاحبداد خاں نے فوج میں بہت ترقی پائی اور بریگیڈیر ہو گئے۔

۹۴۔ خواب میں مہربانی

خلیفہ عنائت اللہ گنج مغل پورہ لاہور نے بیان کیا کہ میرا لڑکا بہت غلطیاں کرنے والا تھا۔ لڑکے کی والدہ کو خواب میں ملے۔ فرمایا، تیرا لڑکا تیری بات نہیں مانتا۔ آپ نے ایک ڈنڈا اس کی والدہ کو مارا، جس کا نشان تین دن تک ٹانگوں پر معلوم ہوتا رہا۔ اور لڑکا صحیح کردار والا بن گیا۔

۹۵۔ مقدمہ ختم کر دیا

جناب خلیفہ عنائت اللہ نے بیان کیا کہ میرے لڑکے پر مقدمہ تھا، ۱۹۴۷ء میں مجھے حضرت صاحب خواب میں ملے فرمانے لگے، لڑکے کا کیا کرنا ہے۔ منگل کو خواب میں ملے، فرمایا اچھا جمعرات کو سہی، جب ہم جمعرات کو تاریخ پر گوجرانوالہ میں گئے تو مقدمہ خارج ہو گیا۔ جیل سے رہائی ہو گئی۔

۹۶۔حج کی منظوری

خلیفہ عنایت اللہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۶ء میں حضرت صاحب مجھے خواب میں ملے۔فرمانے لگے حج کے لیئے جانا ہے؟ تین مرتبہ آپ نے پوچھا، میں نے کہا جی ہاں۔خواب میں ایک عورت بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی، فرمایا جاؤ، اس عورت کے ساتھ حج کے لیئے جاؤ۔میرے پاس حج کے لیئے اتنی رقم بھی نہیں تھی، اور ان دنوں حج بھی قرعہ اندازی سے ہوتا تھا۔صرف ساڑھے نو سو روپیہ تھا۔۳۲۰۰ دوسرے ساتھیوں سے اکٹھا ہوگیا۔پھر خواب میں فرمایا، تھوڑے دن حوصلہ کرو۔میں کراچی گیا شائد ٹکٹ مل جائے نہ ملا پھر واپس آگیا دوسری مرتبہ جب کراچی گیا تو حضرت صاحب خواب میں ملے، فرمایا حوصلہ کرو، جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے۔تو اس کی خالی سیٹ پر کرنا ہوتی ہے۔دوسرے دن ہمارا نمبر آگیا۔جو عورت میں نے خواب میں دیکھی تھی، وہ بھی میرے ساتھ ہوگئی جب جہاز سمندر میں پہنچا، آپ خواب میں ملے۔عنائت اللہ عنائت اللہ اٹھ، میں نے اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھی۔جب مکہ شریف پہنچے، منیٰ میں حضرت صاحب خواب میں ملے۔میں نے دیکھا کہ آپ تخت شریف پر بیٹھے ہوئے ہیں۔وہ تخت جہاں ہم گیارھویں شریف کراتے تھے۔میری بیوی خانہ کعبہ کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔حضرت نے بازو پکڑ کر فرمایا: باہر کیوں کھڑی ہے؟ اندر چلی جا۔

۹۷۔مقدمہ ختم کرا دیا

غلام جیلانی صاحب پنڈ سریائچ ضلع گجرات نے بیان کیا، میں برطانیہ میں ملازم تھا۔مجھ پر ایک مقدمہ بن گیا۔چوری کا الزام لگایا گیا اور مقدمہ بنایا

گیا۔تین ماہ کا عرصہ گزر گیا۔بندہ بہت ہی پریشان تھا۔رات کو سوتے وقت اپنے پیر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کو یاد کیا اور یہ لفظ کہے کہ پیر صاحب نے میری مدد نہیں کی۔اسی رات خواب میں حضرت صاحب ملے اور فرمایا کہ بیٹا گھبرانے کی ضرورت نہیں ابھی مقدمہ کے تین ماہ باقی ہیں، تین ماہ کے بعد مقدمہ ختم ہو جائے گا۔میری آنکھ کھل گئی تو خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے پیر صاحب تشریف لائے، اب بڑے شوق سے معیاد کا انتظار کیا۔پیر و مرشد کی دعا سے تین ماہ بعد بندہ کا مقدمہ ختم ہو گیا۔

۹۸۔خواب میں بیت المقدس کی زیارت

غلام جیلانی صاحب نے بیان کیا کہ ۱۹۷۵ء میں حج کا موقع ملا۔حج مبارک کے سب ارکان پورے کیئے۔پھر وہاں مکہ شریف میں بیٹھے خیال آیا کہ بیت اللہ کی زیارت ہوگئی، اب بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی زیارت بھی ہوجائے عرض کرتے کرتے چار ماہ گزر گئے۔ایک رات خواب میں حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا کیوں پریشان ہو، لو یہ بیت المقدس ہے اور یہ وہ پتھر ہے، جس پر کھڑے ہو کر رسول ﷺ معراج کو تشریف لے گئے تھے۔حضرت صاحب نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی زیارت بھی کرائی۔

۹۹۔دعا پوری ہوگئی

صوفی محمد دین رمداس والے اعوان نے بیان کیا کہ میں نے جہاں اپنی شادی کے متعلق سوچا تھا، کہ وہ بہت مالدار تھے، ہم غریب تھے، لیکن حضرت صاحب سے عرض کی، آپ نے دعا فرمائی اور بتایا کہ کام بن جائے گا۔آپ جا

کر پوچھیں جب میں گھر گیا تو والدین ہنسنے لگے۔ میرے اصرار پر جب لڑکی والوں سے پوچھا تو وہ خوشی سے مان گئے۔ یہ صرف حضرت صاحب کی دعاؤں کا اثر تھا۔

۱۰۰۔صرف زبان ہی سے جن کا سایہ دور کر دیا

بابا جلال دین ولد بابا خدا بخش نے بیان کیا کہ پنڈ کھیریا نوالہ کی ایک لڑکی پر جن کا سایہ تھا۔ تمام لوگوں کو مارتی پیٹی۔ وہ لکھن شریف میں حضرت صاحب کے پاس لے آئے۔ آپ نے ایک نظر اس کو غور سے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ وہ کہنے لگے یہ تنگ کرے گی۔ آپ نے فرمایا یہ تنگ نہیں کرے گی۔ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سایہ ختم ہو چکا ہے۔ زبان کے اثر سے ٹھیک ہو گئی۔ انہوں نے حضرت صاحب سے عرض ، کی کوئی نشانی ہمیں دی جائے۔ آپ جوش میں آگئے اور فرمایا ، نشانی نہ مانگو ، وہ کہنے لگے ہمیں کچھ معلوم ہونا چاہیئے نشانی آپ نے دکھائی۔ لڑکی کی زبان چھ انچ باہر نکل آئی اور دائیں بائیں ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ پھر وہ معافی مانگنے لگے۔ آپ نے معاف کیا اور ان کی تسلی کے لیئے تعویذ بھی دیا۔

۱۰۱۔خشک جھلار میں چشمے جاری ہو گئے

خادم دربار لکھن شریف بابا جلال دین صاحب نے بیان کیا کہ میری عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی، حضرت صاحب نے بکائن کے درخت لگائے۔ میں حضرت صاحب کے حکم سے ان کو پانی دینے کے لیئے گھر سے بالٹی لے کر گیا۔ جھلار گورنمنٹ کے ٹیوب ویل کے نزدیک جگہ پر کسی زمانے میں تھی۔ جھلار میں

پانی ختم ہو چکا تھا۔ ندی سے پانی جھلار میں آتا تھا لیکن وہاں پانی نہیں تھا۔ حضرت صاحب نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ یہ تیرے لنگر کی زمین ہے۔ چنانچہ اس جھلار میں چشمے جاری ہو گئے اور پانی کافی ہو گیا۔ پھر میں نے بکائیں کے تمام درختوں کو پانی دیا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ پانی دے دیا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد چشمے بند ہو گئے۔

۱۰۲۔بیماری دور ہو گئی

بابا جلال دین صاحب خادم دربار لکھن شریف نے بیان کیا ہماری رہائش پنڈ رانیاں میں تھی۔ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ مجھے بہت زیادہ بخار تھا اور مرنے کے قریب تھا۔ چڑیلیں خوبصورت بن کر میرے پاس آئیں اور شکل بدل کر مجھے تنگ کرنے لگیں۔ حضرت صاحب اس وقت دنیا سے انتقال فرما چکے تھے، آپ وہاں میرے پاس ظاہر ہوئے۔ مجھے فرمانے لگے، بیٹا تمہیں کیا بات ہے؟ میں نے کہا یہ چڑیلیں مجھے تنگ کرتی ہیں۔ حضرت صاحب نے میری بہن زہراں کو آواز دی کہ ایک سنگل لے کر آؤ۔ آپ نے تمام چڑیلوں کو باندھ دیا۔ فرمایا تم میرے بیٹے کو تنگ کرتی ہو، سب کو جلا دیا۔ پھر آپ نے مجھے پل صراط دکھائی۔ آپ نے فرمایا جلال دین اس پل کو پار کرو۔ میں نے عرض کی مجھ سے پار نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت صاحب، پیر عارف حسین صاحب اور میری بہن زہراں نے تمام نے مجھے پکڑ کر پل سے پار کرا دیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا، اب تیری سب دکھ بیماری ختم ہو گئی۔ اس کے بعد میں بالکل صحیح ہو گیا۔

۱۰۳۔غیبی امداد فرمائی

وارث خاں نمبر دار جو پنڈ ملک پور کا رہنے والا تھا۔ اس نے زمینوں کا مالیہ گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرانا تھا۔ رقم وصول نہ ہو سکی۔ تاریخ قریب ہی تھی۔ اسی فکر میں دوپہر کے وقت سو گیا۔ حضرت صاحب اسے خواب میں ملے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تم کیوں گھبراتے ہو، رقم تو تمہارے گھر میں موجود ہے۔ اس نے پوچھا کہ جناب کہاں ہے۔ تمہارے مکان کے شہتیر کے اوپر مشرقی دیوار پر ہے۔ یہ رقم تمہاری بیوی لہب بی بی کی ہے۔ مالیہ ادا کرنے کے بعد اس کو دے دینا۔ وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے گھر کی طرف لوٹا۔ اس کی بیوی نماز میں مشغول تھی۔ وہ خواب میں بتائی ہوئی جگہ پر سیڑھی لگا کر چڑھنے لگا۔ اس کی بیوی نماز سے فارغ ہو کر خاوند کی طرف بھاگی۔ اس کی ٹانگوں پر چادر کو پکڑ لیا۔ اس کو معلوم ہوا کہ میری رقم پکڑنے لگا ہے۔ اس نے کہا چادر کو چھوڑ دو۔ بیوی نے چادر نہ چھوڑی۔ اس نے اپنی چادر کو زور سے کھینچا اور بازو سیڑھی پر لگا۔ بیوی کا بازو تین جگہ سے ٹوٹ گیا۔ نمبر دار نے رقم وہاں سے لی اور مقررہ تاریخ پر گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کرائی۔ چند دن کے بعد حضرت صاحب موضع پھلر وان۔ میں چوہدری سلطان علی کے گھر تشریف لے گئے کہ ملک پور میں نمبردار کو پتہ چلا کہ حضرت صاحب نزدیکی گاؤں پھلر وان میں موجود ہیں۔ وہ دو میل کا سفر کر کے آپ کے پاس پہنچ گیا۔ بازو ٹوٹنے کا سارا واقعہ آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا بیوی کو لے آؤ۔ وہ واپس آ کر بیوی کو ساتھ لے آیا۔ آپ نے ایک پاک لوٹے میں پانی پر دم کیا اور فرمایا کہ بیوی کے بازو کو سیدھا کر کے اس پر یہ پانی ڈال دو۔ جونہی وہ پانی ڈالتا تھا، بازو ٹھیک ہوتا گیا۔ نمبر دار نے آپ کے

پاس آ کر عرض کی کہ بازو ٹھیک ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اس نے عرض کی کہ آپ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ آپ عقیدت مندوں کے ساتھ ہمارے گھر دعوت کھائیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ لکھن شریف جا کر لنگر کی گندم پیسیں اور بازو کی آزمائش کریں کہ اس میں مضبوطی آ گئی یا نہیں۔ ان لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق لنگر کی گندم پیسی، اسکے بعد پھر ایک دفعہ حضرت صاحب کو ساتھ لے کر اپنے گاؤں میں اپنے مکان پر پہنچے، آپ نے ان کے مکان پر دعا کی لیکن کھانا نہ کھایا۔ فرمایا آپ دونوں جی اس کھانے کو اٹھا کر لکھن شریف کی طرف چلو۔ چودہ آدمیوں کا کھانا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کھانا بعض دوسرے آدمیوں کی قسمت میں ہے۔ جو گجرات سے آ رہے ہیں۔ جب آپ لکھن شریف پہنچے، تو آپ کو معلوم ہوا کہ گجرات والے آدمی آ کر مسجد میں بیٹھے ہیں، جب وہ آئے تو آپ نے انہیں ملک پور والا کھانا کھلایا۔

۱۰۴۔کھیر دودھ میں تبدیل ہو گئی

مئی کا مہینہ تھا، یہ مہینہ ذی الحج کا مہینہ تھا۔ یہ گیارھویں شریف عید کے دن کی گیارھویں شریف تھی، چونکہ دس تاریخ کو عید ہوتی ہے۔ اور قربانی کا گوشت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سارا دن لوگوں نے گوشت کافی مقدار میں کھایا تھا۔ جو گیارھویں شریف کی رات کو کھیر کی دیگ پکائی گئی، وہ نہ کھا سکے اور بچ گئی۔ جب صبح دیکھا تو کھیر کھٹی ہو گئی تھی۔ درویشوں نے آپ کو اس کے متعلق بتایا۔ آپ نے فرمایا، اس کو باہر نہ پھینکو، ادھر لے آؤ۔ آپ نے وہ کھیر تین بڑے بڑے گھڑوں میں ڈال دی اور اپنا دست مبارک ان گھڑوں میں ڈال کر خوب ہلایا

تو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ تمام کھیر بہترین دودھ میں تبدیل ہوگئی ہے۔ گندم کے گاہ کا کام کرنے والے سب آدمیوں کو کہا کہ یہاں آ کر باری باری دودھ پیتے جاؤ۔ یہ دودھ اتنا مزیدار تھا کہ تمام آدمی بار بار پیتے۔ لوگ تینوں گھڑوں کا دودھ پی گئے۔

۱۰۵۔ کھانے میں برکت ہوگئی

حضرت صاحب کا ایک غلام جس کا نام سائیں امام دین تھا اور وہ کوٹلہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کا رہنے والا تھا۔ اس کی بیوی کا نام بھاگ بھری تھا۔ دونوں میاں بیوی خدا دوست تھے اور حضرت صاحب کے عقیدت مندوں میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ بھاگ بھری پاکستان کے سابق صدر چوہدری فضل الٰہی کے والد کی ہمشیرہ تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ لالہ موسیٰ میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں سائیں امام دین سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے بہت منت سماجت کی کہ آپ ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔ آپ ان کے ساتھ گئے۔ آپ کے ہمراہ پانچ سو آدمی تھے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ذکر کرتے کرتے آپ ان کے گاؤں میں پہنچ گئے۔ سائیں امام دین کا خیال تھا کہ آپ اکیلے ہی تشریف لائیں گے لیکن پوری جماعت حضرت صاحب کے ساتھ چل پڑی۔ اس کے گھر میں ایک سیر چاول اور آدھ سیر دودھ تھا۔ وہ انہوں نے پکا کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور آپ کے قریب ہو کر عرض کی کہ ہمارے گھر میں جو کچھ تھا، ہم نے پکا دیا۔ آپ نے فرمایا یہ کھانا تھوڑا نہیں۔ بہت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام بہت بڑا ہے۔ جو مخلصانہ خدا کے نام پر دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتے ہیں۔ آپ نے کھانے کو چادر کے ایک پلو میں چھپا دیا۔ اور اپنے خلیفہ سید جملے شاہ صاحب کو حکم دیا کہ تم لنگر تقسیم کرو اور اس پر جو پردہ ڈالا ہوا ہے اس کو نہ اٹھاؤ۔ شاہ صاحب

نے سب لوگوں کو دودھ چاول دیئے۔ پانچ سو آدمی جب سیر ہو گئے، تو فرمایا کہ گھر والوں کو کھلاؤ۔ ہمسایوں اور درویشوں کو بھی کھلاؤ۔ جب سب کھا چکے تو انہوں نے دیکھا کہ جتنا کھانا پکا تھا، اسی طرح موجود ہے اور آپ نے ان کو بلا کر گھر بھیج دیا۔ اس کے بعد سائیں صاحب کو فرمایا کہ آپ گیارھویں شریف کا ختم بھی کرایا کریں۔ جو کھانا میسر ہو وہ تقسیم کیا کریں۔ آپ نے فرمایا آپ کے گھر میں بہت برکت ہوگی۔ اس نے ہر مہینہ ختم شریف کا سلسلہ جاری رکھا۔ چند ماہ میں ان کی حالت ایسی ہوئی کہ وہ پہلے تو تھوڑا کھانا پکاتے تھے پھر انہوں نے کئی دیگوں کے حساب سے پکانا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۵ء میں ان کا اس جہان فانی سے انتقال ہو گیا۔ ان کی آخری آرام گاہ حضرت صاحب کے قدموں میں ہے۔ اس نے فوت ہونے سے پہلے لکھن شریف میں گیارھویں شریف کے لیئے ایک دیگ اور ایک بہت بڑی پرات خرید کر دربار عالیہ میں چھوڑی اور عرض کیا کہ حضرت صاحب نے گیارھویں شریف کرانے کا حکم دیا تھا۔ اب میں اس دنیا سے جا رہا ہوں، یہ ہماری چیزیں گیارھویں شریف کے لنگر میں حاضری دیتی رہیں گی۔

۱۰۶۔ ہندو لڑکے کی تلاش

رنگ محل لاہور میں بہاری لال ایک ہندو رہتا تھا۔ اس کے دو ہی بیٹے تھے۔ ان میں جو بڑا تھا، اس کا نام برج موہن تھا۔ وہ اچانک غائب ہو گیا۔ کئی سال تک غائب رہا۔ اس کے والدین تلاش میں لگے رہے۔ وہ نہ مل سکا۔ آخر ان کو کسی نے حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کا پتہ بتایا۔ اس کا والد لاہور سے لکھن شریف پہنچا۔ اسی دن حضرت صاحب اکبری منڈی لاہور میں کپاس کا ایک گڈا لے کر گئے ہوئے تھے۔ وہ واپس لاہور آیا اور اکبری منڈی جا کر آڑھت والوں

سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب مصری شاہ کپاس مل پر تشریف لے جا چکے ہیں۔ جب وہاں پہنچا تو ملاقات ہوگئی۔ وہاں سے اس نے اپنے لڑکے کے گم ہونے کا واقعہ سنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ کر بہت رویا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ حوصلہ اور صبر کر۔ لیکن وہ پریشان تھا۔ آپ نے دوبارہ صبر کی تلقین فرمائی۔ آپ نے اسے گھر جانے کو کہا کہ تمہارا لڑکا برج موہن آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ جب وہ گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا دروازے پر کھڑا ہے بچہ ننگے سر ہے، اور ہاتھ اس کے آٹے سے بھرے ہوئے ہیں۔

حالات معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ اس کا لڑکا کلکتہ میں ایک ہوٹل پر کام کرتا تھا۔ یہ آٹا گوندھ رہا تھا۔ کہ اس کے سامنے ایک درویش جس کی بڑی پاکیزہ صورت تھی۔ اور سبز رنگ کی دستار ان کے سر پر تھی۔ مجھے وہاں نظر آئے انہوں نے مجھے وہاں سے اٹھایا اور ایک منٹ سے پہلے لاہور لے آئے۔ وہ یہ واقعہ دیکھ کر نہایت عقیدت مند ہوئے۔ وہ ساری زندگی آپ کی غلامی میں حاضری دیتے رہے۔ اور آخری وقت میں وہ مسلمان ہوگئے۔

۱۰۷۔ مصنف کو اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کی زیارت

مارچ ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے کہ میں مصنف کتاب ہذا خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ لکھن شریف میں حاضری کیلئے گیا ہوں۔ روضہ شریف کے اندر داخل ہوا۔ اور آپ کی قبر مبارک کے دائیں جانب بیٹھ گیا۔ اس وقت میری دائیں بغل میں قرآن مجید ہے۔ اور بائیں بغل میں آپ کی سوانح حیات کا مسودہ، اچانک اعلیٰ حضرت قبر مبارک سے باہر تشریف لے آتے ہیں۔ اور لیٹے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا ہوں۔ آپ آنکھیں کھول رہے ہیں۔

میرے دل میں خیال آیا کہ آپ کی نگاہ کے اثر کو شاید برداشت نہ کرسکوں۔ میں نے اپنی آنکھیں نیچی کرلیں۔ آپ مسکراتے ہوئے مجھے فرمانے لگے۔ خلیل بیٹا! (میرے ہاتھ پر کلائی گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کیا تجھے یہ گھڑی پیر محمد عارف حسین صاحب نے دی ہے۔ آپ کے چہرے کی مسکراہٹ کو دیکھ کر میں بھی مسکرایا اور جواب میں کہا کہ جی ہاں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

۱۰۸۔ بیل ٹھیک ہوگیا

قاری غلام رسول امام مسجد شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ بیل کو کتا کاٹ گیا۔ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے چک کی مٹی کو دم کر دیا۔ میں نے مٹی کو کاٹی ہوئی جگہ پر پھیرا تو بیل ٹھیک ہوگیا۔

۱۰۹۔ چوری شدہ بیل واپس مل گئے

ایک مرتبہ حضرت صاحب موضع ڈھاکے تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں کافی دن تک قیام فرمایا۔ ایک شخص احمد دین کافی دن آپ کے ساتھ رہا اور محفل ذکر میں شریک ہوتا رہا۔ اس کے گھر سے اس کی عدم موجودگی میں بیل چوری ہوگئے۔ لوگ طعنہ دینے لگے کہ تم پیر کے پاس کلمہ پڑھا کرو۔ جب حضرت صاحب لکھن شریف واپس چلے گئے، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگ مجھے طعنہ دینے لگے ہیں کہ تم کلمہ پڑھا کرو۔ آپ نے فرمایا، کلمے والا خود انتظام کردے گا۔ چند دنوں بعد وہ بیل واپس آگئے۔

۱۱۰۔ آپ کی دعا سے بارش ہونے لگی

برکت علی اعوان چک نمبر ۴۲/R-B سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ والے بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رمداس ضلع امرتسر میں رہتے تھے تو ایک مرتبہ حضرت صاحب گیارھویں شریف کے پروگرام میں شرکت کے لیے رمداس تشریف لے گئے۔ گرمی بہت سخت تھی۔ اور کافی دنوں سے بارش نہیں ہوئی تھی۔ اور فصلیں سوکھ رہی تھیں۔ بارش کا امکان بھی نظر نہیں آتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمادے۔ آپ نے فرمایا، اللہ کی رحمت مانگو، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ آسمان پر بادل برسنے شروع ہوگئے اور فصلوں کی ضرورت پوری ہونے کے بعد بارش رک گئی۔

۱۱۱۔ موہڑہ شریف میں عرس مبارک پر حاضری

غلام محمد چکوہ ضلع جہلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد بخش عرس کے موقع پر موہڑہ شریف گئے۔ آپ کے ہمراہ چند ساتھی بھی تھے۔ سارا دن لنگر نہ ملا۔ باہر بیٹھے ہوئے حضرت صاحب نے کہا، ساتھیوں کو بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ مرشد کو معلوم ہوگیا اور مریدین سے فرمایا کہ محمد بخش کو بلاؤ۔ حضرت صاحب مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو بہت بھوک لگی ہے؟ آپ نے کہا مجھے بہت کچھ ملا ہے۔ حضرت ساتھیوں کو بھوک لگی ہے۔ مرشد نے فرمایا، ساتھیوں کو کھانا کھلاؤ۔

۱۱۲۔ ایک صاحب مزار کی دعوت

غلام محمد چکوہ ضلع جہلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ جہلم تشریف لے گئے۔ نقی گاؤں کے قریب ایک مزار تھا۔ صاحب مزار نے کہا کہ آج رات یہاں ٹھہرو۔ ساتھیوں نے اس بات کو نہ مانا۔ آپ نے ساتھیوں کو ناراض نہ کیا۔ چکوہ پہنچ کر مسجد میں ٹھہرے۔ وہاں سب کیڑے مکوڑے چمٹ گئے۔ یہ سزا تھی کہ حضرت صاحب کی بات مان کر مزار کے پاس ٹھہر جاتے تو بہتر ہوتا۔

۱۱۳۔ کھانے میں برکت ہوگی

محمد حسن چکوہ کا غریب آدمی تھا، اس نے حضرت صاحب کی دعوت پکائی۔ ایک مرغا اور تھوڑی سی روٹیاں، خلقت بہت زیادہ تھی۔ میزبان نے کہا کہ میرے پاس تو یہی کھانا ہے۔ حضرت صاحب نے خود لوگوں کو کھلانا شروع کیا۔ جب سب کھا چکے تو پھر سب ہمسایوں کو کھلایا جب ہمسائے کھا چکے تو پھر بھی کھانا اسی طرح تھا۔ ایسے موقعوں پر حضرت صاحب اپنی چادر کھانے کے اوپر ڈال دیتے تھے۔

۱۱۴۔ مرید نے ریل گاڑی سے چھلانگ لگادی

حافظ غلام عیدی ساکن کلسیاں خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ نے بیان کیا کہ آپ کے ایک مرید محمد ابراہیم نے شاہدرہ اسٹیشن پر گاڑی سے چھلانگ لگادی۔ اس نے دیکھا کہ مرشد نیچے جارہے ہیں اور میں گاڑی میں سوار ہوں۔ یہ بے ادبی ہے۔ وہ حضرت صاحب کی روحانی قوت اور نظر کرم سے بچ گیا کیونکہ چلتی گاڑی

سے چھلانگ لگانا کوئی آسان کام نہیں۔ اسے بہت کم چوٹیں آئیں۔ پولیس پکڑ کر
تھانے لے گئی۔ تفتیش ہوئی تو اس نے پولیس کو بتایا کہ میں ریل گاڑی میں اپنے
مرشد سے اونچا تھا، اور وہ نیچے کھڑے تھے۔ میں یہ برداشت نہ کر سکا۔ تھوڑے
دنوں کے بعد رہا ہو کر جب وہ لکھن شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو
آپ نے فرمایا ذرا احتیاط رہا کرو ہمیں تیری اس تکلیف سے بہت تکلیف ہوئی۔

۱۱۵۔ سکھ کا بھائی واپس آگیا

محمد حسین ولد محمد شریف موضع سعد ضلع شیخوپورہ حال ساکن اچھرہ لاہور
نے بیان کیا کہ ایک سکھ ووادا سنگھ حضرت صاحب کے پاس آیا۔ یہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ
ہے۔ کہنے لگا کہ میرا بھائی فوج میں گیا ہوا ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ وہ زندہ ہے یا
نہیں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ وہ زندہ ہے۔ گھبراؤ نہیں،
جلدی آجائے گا۔ سکھ مایوس ہو کر چلا گیا۔ ایک ماہ کے بعد اس کا بھائی زندہ
سلامت گھر واپس آگیا۔ اس کے بعد جب عرس کا موقع آتا، ہر سال ایک من
نمک اور دس سیر دال لنگر میں حصہ دیتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہندوستان
چلا گیا۔

۱۱۶۔ موہڑہ شریف کی زیارت

غلام محمد صاحب چکوہ ضلع جہلم سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ
حضرت سردیوں میں اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مری کی پہاڑیوں پر
بہت برف باری ہو چکی تھی۔ آپ نے جوتا اتارا اور کمر پر کپڑا باندھ لیا، جب آپ
مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ تو لاہوری علاقہ کے

ہیں۔ پہاڑوں پر آنے سے پاؤں بہت ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت صاحب نے کہا
میرا دھیان تو آپ کی طرف تھا۔ میرے پاؤں میں برف کی ٹھنڈک بالکل محسوس
نہیں ہوئی۔

۱۱۷۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے ملاقات

حضرت خواجہ محمد بخش لکھنوی کبھی کبھی شرقپور شریف تشریف لایا کرتے
تھے۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب شرقپوری کے وصال کے دو سال بعد عرس
مبارک کے موقع پر شرقپور شریف تشریف لائے مزار سے کچھ دور کسی کھیت کے
کنارے اپنے مریدین کے ساتھ بیٹھے تھے کہ میاں صاحب آپ کے پاس حاضر
ہوئے۔ میاں صاحب نے آپ کو ایک جوڑا کپڑوں کا اور ایک سو روپیہ نقد
خدمت میں پیش کیا۔ اور دعا کے لئے کہا۔ اعلیٰ حضرت لکھنوی نے دعا فرمائی اور
میاں صاحب مزار کی طرف واپس ہوئے۔ اعلیٰ حضرت لکھنوی نے اپنے ساتھیوں
سے فرمایا کہ یہ میاں صاحب میرے پاس ظاہری طور پر حاضر ہوئے ہیں۔ بزرگ
بعد از وفات زندہ ہوتے ہیں۔ یہ دیکھو ابھی واپس جا رہے ہیں۔ یہ واقعہ میرے
مرشد حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب نے بیان کیا۔

۱۱۸۔ مرید کی طرف خاص توجہ

سلطان محمود صاحب جنڈانوالہ ضلع گجرات سے بیان کرتے ہیں۔ اعلیٰ
حضرت ہمیشہ جب بھی موہڑہ شریف تشریف لے جاتے۔ مجھے ہمیشہ خواب میں
ملتے کہ ہم فلاں دن فلاں گاڑی پر موہڑہ شریف کی طرف جا رہے ہیں۔ میں فوراً
تیاری کر لیتا۔ راستے میں ملاقات کرتا اور اکثر ساتھ بھی جاتا۔

۱۱۹۔ بادل نے سایہ کر دیا

مستری محمد اسماعیل صاحب گارڈن فیصل آباد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بخش نے ہاڑ کے عرس شریف کے موقع پر تمام لوگوں کو حکم دیا۔ کہ محمدی کنویں کے شمال کی طرف کچی دیوار بنائیں۔ جب ہم وہاں گئے۔ ہر طرف دھوپ اور گرمی تھی، ہمارے اوپر دیوار والی جگہ پر بادل نے سایہ کر دیا۔ پھر حضرت صاحب نے بھی وہاں سے دیوار کا معائنہ کیا۔

۱۲۰۔ جانے کی اجازت

مستری محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ چند دوستوں کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپس جانے کیلئے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا۔ ظہر کی نماز کے بعد ملے گی۔ ہم نے کہا۔ ہمیں جلدی ہے۔ نماز ہم راستے میں پڑھ لیں گے۔ ہم سٹیشن پر پہنچے۔ شام تک سٹیشن پر بیٹھے کسی نے ہمیں نہ ٹکٹ دیا اور نہ کسی نے ہمیں بٹھایا۔

۱۲۱۔ شہد کی مکھیاں

مستری محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ دربار شریف میں مکھیوں کے چھتے لگے ہوئے تھے۔ ہاڑ کے عرس کے موقع پر حضرت صاحب کے حکم سے تین دن تک باہر چلی جاتیں۔ دربار شریف میں جب بھی درود شریف پڑھا جاتا۔ وہ بھی پڑھتیں۔ گوں گوں کی آواز نکالتیں اور مست ہو جاتیں۔

۱۲۲۔ حضرت صاحب کی آواز

صوفی خواجہ عبدالرشید صاحب لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوم کے وقت میں ملٹری میں ملازم تھا۔ اور ہمارا کیمپ ریما پور کی ہیمار وڈ پر تھا۔ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتا۔ ایک دفعہ سکھوں نے رات کو اٹھ کر اپنا ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ میں عبادت میں مشغول تھا۔ ہمارے کیمپ میں دو مسلمان تھے، ۹ سکھ تھے۔ میرے مسلمان ساتھی محمد علی نے ایک سکھ کو مارا۔ میں نے کہا ہم اپنی عبادت میں ہوتے ہیں اور تم ڈھول بجاتے ہو، دوسرے دن ایک سکھ نے پوچھا۔ رشید صاحب آپ سحری کے وقت کیا پڑھتے ہیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ ان کو کیا بتاؤں۔ مجھے حضرت صاحب نے لکھن شریف سے آواز دی۔ ان کو بتاؤ کہ واہ گرو پڑھتا ہوں۔ تم بھی پڑھا کرو۔ اس سکھ نے ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر واہ گرو کا ورد شروع کر دیا۔ دوسرے سکھ ساتھیوں نے پوچھا کہ اس کو کیا بتایا ہے۔ ہمیں بھی بتاؤ، میں سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت صاحب نے لکھن شریف سے آواز دی۔ کہ ان کو کہہ دو کہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ سب نے رات کو لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد کہنے لگے کہ ہمیں مسلمان کرو۔ میں نے حضرت صاحب سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ ان کو مسلمان کرو۔ میں نے سب کو مسلمان کیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت صاحب نے آواز دی اب یہ سب مسلمان ہو چکے ہیں اور تمہارے مسلمان بھائی ہیں۔ یہ بابا جی کی کرامت تھی کہ سب مسلمان ہوتے گئے۔

۱۲۳۔ کشف ہو گیا

خلیفہ عنایت اللہ مغلپورہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ میں بعض اوقات حضرت صاحب کی خدمت میں حلوہ لایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں حلوہ لے کر گھر سے نکلا۔ لکھن شریف میں اپنے تمام مریدین کو فرما رہے تھے کہ تم اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ آج تمہیں حلوہ کھلایا جائے گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ نے سب سے کہا۔ لو حلوہ آ گیا ہے۔ سب نے کھایا۔

۱۲۴۔ مرید کی دستگیری

خلیفہ عنایت اللہ مغلپورہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ میں ریلوے ورکشاپوں کے تحت حلوے کی دکان کرتا تھا۔ ریلوے افسر نے میری دکان بند کر دی۔ اور اپنے ایک رشتے دار کو دکان کرنے کا اجازت نامہ دے دیا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہو جائے گا۔ دوسری دفعہ میں پھر حاضر خدمت ہوا۔ اور روتے ہوئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کل صبح اپنی حلوہ پکانے والی بھٹی لیپ کرو۔ اور کام شروع کرو۔ جب صبح میں وہاں گیا۔ تو ریلوے افسر نے مجھے بلا کر کہا کہ تم دکان لگاؤ۔ اس کے رشتہ داروں نے اعتراض کیا۔ تو جواب دیا کہ ساری ورکشاپ الٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ میں خواب میں بہت ڈرایا گیا ہوں۔

۱۲۵۔ دعا قبول نہ ہونے کا پہلے ہی معلوم ہو گیا

خلیفہ عنایت اللہ مغلپورہ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک دفعہ جب رات کو محفل ذکر منعقد تھی۔ محمد دین اور امام دین گنج مغلپورہ سے آئے تھے۔ ان کا ایک بھائی مرزائی ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضرت صاحب سے دعا کے لیے عرض کیا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ تمام لوگ ابھی ہاتھ اٹھانے ہی والے تھے کہ سب ساتھیوں سے کہا۔ کہ اس کے لیے دعا نہ کرو۔ یہ دعا قبول نہیں ہو گی۔ یہ شخص مرتد ہی مرے گا۔ چنانچہ وہ مرتد ہی مرا۔

۱۲۶۔ قرآن پاک کا پڑھنا

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ سات سال میں آدھا پارہ پڑھا۔ دماغ کام نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے عرض کی کہ قرآن پاک دلچسپی کے ساتھ پڑھا نہیں جاتا۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس دن کے بعد میں نے چھ ماہ میں قرآن پاک پڑھ لیا۔

۱۲۷۔ کھانے میں برکت ہو گئی

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا غلام رسول کی شادی کے موقع پر حضرت صاحب موضع سعد میں تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب کے متعلق سن کر بہت لوگ اکٹھے ہو

گئے۔لڑکی والوں نے سوچا تھا کہ تھوڑے آدمی ہوں گے۔ لیکن یہاں بہت لوگ نکاح پر چلے گئے۔لڑکی والے کہنے لگے کہ ہماری بے عزتی کرنے کے لیئے ایسا کام کیا ہے۔حضرت صاحب کو پتہ چلا۔آپ نے فرمایا کہ انہیں کہہ دو کہ فکر نہ کریں۔سب سے پہلے میٹھے پانی والا گھڑا میرے پاس لاؤ۔آپ نے کچھ پڑھ کر گھڑے میں پھونک ماری۔آپ نے خود پانی کے پیالے بھر بھر کر سب کو دیئے۔ جب سب پی چکے تو فرمایا کہ چاولوں کی پرات لاؤ۔آپ نے اس پر کپڑا ڈال دیا۔اورخلیفہ سے کہا کہ چاول کھلاتے جاؤ۔جب سب کھا چکے تو فرمایا کہ ہمسایوں کو کھلاؤ۔آخر میں بھی ایک دیگ بچ گئی۔فرمایا یہ ڈولی کے ساتھ چلی جائے گی۔

۱۲۸۔ بیماری دور ہوگئی

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ والدہ صاحبہ بیمار تھی۔ تین سال تک بیمار رہی۔ ایک مرتبہ والداور والدہ پیر صاحب کے پاس آئے۔سردی کا موسم تھا۔پیر صاحب گھر میں موجود نہ تھے۔ ایک آدمی نے کہا کہ پیر صاحب باہر باغ میں موجود ہیں۔ وہاں جا کر ملے۔وہاں گڑ بن رہا تھا۔آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ گنے کا رس لے کر آؤ۔ آپ نے رس کا پیالہ والد صاحب کو دیا۔والدہ نے بیماری کی حالت میں رس نہ پینے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا یہ موہڑے شریف کی دوائی ہے۔ تمہیں پینی پڑے گی۔ پھر انہوں نے دو تین پیالے پی لیے۔ اس کے بعد دعا فرمائی اور صحت یاب ہو کر گھر گئی۔

۱۲۹۔آپ کی دعا مبارک سے لڑکا

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ موضع سعد میں میرے والد کے گھر پہنچے گاؤں کا ایک آدمی بوٹا کمہار کہنے لگا۔ میں آپ کی روٹی پکاؤں گا۔عصر کا وقت تھا۔آپ نماز پڑھنے کے لیئے جا رہے تھے۔ راستے میں اس کا گھر تھا۔وہ آپ کو گھر لے گیا۔ گھر میں چار پائی بچھی ہوئی تھی۔ وہاں آپ کو بٹھا دیا گیا۔ایک تھال سیویاں کا بھرا ہوا آپ کے سامنے رکھا۔ بہت سے آدمی قریب کھڑے تھے۔ وہ رونے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا، رونے کی کیا بات ہے۔ کہنے لگا میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔اس کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ایک سال کے بعد اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔ وہ بہت خوش ہوا۔

۱۳۰۔آپ کی روحانی طاقت

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گیارہویں شریف کے موقع پر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ کنویں پر کانجن رکھنا ہے۔سب آدمی رکھو۔ پہلے سب لوگ اکٹھے رکھنے لگے۔ وہ نہیں اٹھائی گئی۔ پھر آپ کے حکم کے تحت پندرہ آدمی ایک طرف ہو گئے۔ دوسری طرف آپ نے اکیلے کندھا دے کر اٹھائی۔اور کانجن رکھ دی گئی۔

۱۳۱۔ کھانے میں برکت ہوگئی

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں۔ کہ اعلیٰ حضرت خلیفہ محمد شریف مستری صاحب کے گھر ایک مرتبہ گئے۔ میر پور کا ایک آدمی نظام الدین آپ کو ملنے کے لیے آیا۔ اس نے حضرت صاحب کی دعوت کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ آپ نے دعوت قبول کر لی۔ دعوت کا انتظام کرنے کیلئے اپنے گھر چلا گیا۔ بیوی سے کہا کہ دعوت پکاؤ۔ اس نے کہا کہ تین سیر آٹا ادھار لے کر آئی ہوں۔ کہ یہی پکاؤ اور دال بھی ادھار لے آؤ پیر صاحب اسکے گاؤں میں پہنچ گئے۔ اس نے آپ کے کان میں کہا کہ تھوڑے آدمیوں کی روٹی ہے۔ آپ نے خلیفہ محمد دین سے کہا۔ کہ آج نظام الدین کے گھر میں دعوت ہے۔ تقریباً دو سو آدمیوں کے ہمراہ آپ اس کے گھر میں پہنچ گئے۔ جب کھانا شروع ہونے لگا۔ آپ نے کپڑا تھال پر ڈال دیا۔ کھانا شروع ہوا سب کو کھلایا ہمسایوں کو بھی کھلایا۔ کھانے میں بہت برکت ہوگئی۔ آپکی یہ واضح کرامت ہے۔

۱۳۲۔ بے اولاد کیلئے دعا

محمد حسین ولد محمد شریف خلیفہ موضع سعد حال مقیم اچھرہ لاہور سے بیان کرتے ہیں۔ تقریباً ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ مستری خلیفہ محمد شریف کے گھر گئے۔ گاؤں کے ایک شخص موسیٰ کمہار نے آپ کی خدمت میں عرض کی شادی کو ۱۷ سال گزر گئے کوئی اولاد نہیں۔ آپ نے اس کیلئے دعا کی۔ تقریباً ایک سال بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے اعلیٰ حضرت کی دعوت پکائی۔

۱۳۳۔ اللہ کے ذکر میں جھومنا

مستری محمد حسین نے بیان کیا۔ ایک دفعہ موضع سعد میں مستری محمد شریف صاحب کے گھر گئے۔ قریبی گاؤں جبرو پور کچھ دیر ٹھہرے وہاں پر چھوٹی مسجد کی آپ نے صفائی کر دائی۔ وہاں آپ کے ساتھ سب ساتھیوں نے نماز پڑھی۔ کلمہ شریف کا اونچی آواز سے ذکر کرانا شروع کیا۔ مسجد کے صحن میں کیلے کا ایک درخت تھا۔ ذکر کرتے ہوئے جب اللہ اللہ کی ضرب لگائی اور جھومتے رہے۔ اور تقریباً دس فٹ تک اوپر اچھلے۔ کیلے پر نگاہ گئی۔ وہ بھی آپ ہی کی طرح جھومنے لگا۔ آپ کے جانے کے بعد بھی جھومتا رہا اور لوگ اس کو آ کر دیکھتے رہے۔

۱۳۴۔ سکھوں کے گاؤں میں

مستری محمد حسین نے بیان کیا۔ موضع سعد میں سکھوں کے گھر بہت زیادہ تھے۔ مسلمانوں کے گھر بہت کم تھے۔ وہاں جب اعلیٰ حضرت کی آمد ہوئی۔ سکھ نمبردار نے اذان کی ممانعت کی۔ وہاں حضرت صاحب نے فرمایا۔ اذان ہوگی۔ اللہ پاک نے ان کے دلوں پر آپ کی باتوں کا بہت اثر ڈالا۔ سکھ نمبردار امیا سنگھ نے کہا۔ تمہاری مسجد کچی ہے۔ ہمارے گوردوارہ میں اینٹیں، پڑی ہوئی ہیں۔ وہ لاکر مسجد بنالو۔ سکھوں پر نگاہ کرم کی۔ وہ سکھ آپ کا بہت احترام کرنے لگے۔ پھر جب کبھی اعلیٰ حضرت اس گاؤں میں جاتے۔ اس مسجد میں ضرور ٹھہرتے۔

۱۳۵۔عیسائی کا مسلمان ہونا

مستری محمد حسین نے بیان کیا۔رائد لاعیسائی موضع سعد کا آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتا۔ آپ کی توجہ خاص اور آپ کی تبلیغ اسلام سے بہت متاثر ہوا۔ وہ اپنے تمام خاندان کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ اس کے لڑکے کا نام برکت ہے۔ میں اس کو جانتا ہوں وہ زندہ ہے۔

۱۳۶۔سخت بیمار کا تندرست ہونا

بابا روشن دین صاحب نے بیان کیا۔ کہ میرا بھائی حسن دین بہت بیمار تھا۔ ایک آدمی مجھے بلانے کیلئے آیا کہ تمہارا بھائی بہت سخت بیمار ہے۔ مرنے کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ جلد آکر اس کا منہ دیکھ لو۔ میرے بھائی کے آٹھ بچے تھے۔ مجھے بہت ترس آتا تھا۔ شام کے بعد کافی دیر ہوچکی تھی۔ میں اپنے گاؤں واڑہ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں باغبانپورہ سے وہاں کیسے پہنچوں گا۔ میں لکھن شریف دعا کرانے کے لیے آگیا۔ حضرت صاحب اس وقت لوگوں کے ساتھ ختم شریف میں مشغول تھے۔ میں آپ کے پاس آکر بہت رویا۔ اور بیمار بھائی کے لیے دعا کرنے کے لیے عرض کی۔ فرمایا، ختم شریف کے بعد دعا کریں گے۔ ختم شریف کے بعد آپ نے مجھے پاس بلالیا۔ اور بات چیت کے بعد مراقبے کی حالت میں ہوگئے اور ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ میں رہے۔ اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ اب تیرے بھائی کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ دوسرے دن ہی وہ تین فرلانگ چل کر کنویں پر آگیا۔ حضرت صاحب

کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی۔

۱۳۷۔ذہن تیز ہوگیا

بابا روشن دین صاحب نے بیان کیا۔ تقریباً بارہ سال کا تھا۔ جو کچھ پڑھتا تھا بھول جاتا تھا۔ اور مزید کچھ نہ پڑھ سکتا تھا۔ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ میں قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ تم قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سینہ پر پھوک مار لیا کرو۔ قالُوا سبحنك لا علم لنآ الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ٥ میں یہ آیت پڑھ کر دم کرلیا کرتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میں خود بخود تمام قرآن مجید پڑھ گیا اور کسی آدمی کو سنایا تو بالکل صحیح تھا۔

۱۳۸۔بیل ٹھیک ہوگیا

بابا روشن دین صاحب نے بیان کیا۔ میں اور میرا بھائی بیل کو کنویں پر باندھ کر گھر چلے گئے۔ شام کے وقت بیل کھل کر کنویں کی طرف آیا اور کنویں میں گر گیا۔ کسی آدمی نے ہمیں اطلاع دی کہ تمہارا بیل کنویں میں گر گیا ہے۔ ہم نے وہاں جا کر حضرت صاحب کو یاد کر کے بیل کنویں سے نکالا۔ بیل بالکل صحیح سالم نکل آیا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ظاہری طور پر میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ ہم ہر وقت تیرے ساتھ ہیں۔ تیرے بیل کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ میں فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اور کافی دیر تک حضرت صاحب کو مٹھیاں بھرتا رہا۔

۱۳۹۔ الفاظ کی تشریحات

خلیفہ عنایت اللہ صاحب گنج مغلپورہ لاہور نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ اوترا انکھترا کون ہے۔ میں نے کہا جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں بلکہ اوترا انکھترا وہ ہے۔ جس کی اولاد تو ہو مگر اس کے مرنے کے بعد اس کو کوئی کلام پڑھ کر نہ بخشے اور فرمایا پہلوان کون ہے۔ میں نے جواب دیا جو کشتی لڑے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں پہلوان وہ ہے جو کہ اپنے غصے کو مارے اور نفس پر قابو رکھے۔

۱۴۰۔ پھانسی سے بری ہو گیا

خلیفہ عنایت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ یہ میرے دیکھنے کا واقعہ ہے۔ کہ بٹالے کا ایک آدمی لکھن شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں آیا تھا۔ اس کا لڑکا قتل کے مقدمے میں تھا۔ وہ کافی مدت تک یہاں خدمت کرتا رہا اور دعا کراتا رہا۔ ایک دن وہ روٹیاں اور لسّی لے کر کنویں کی طرف چل پڑا۔ اسی دن اس کا لڑکا پھانسی کے تختے پر چڑھ رہا تھا۔ اس وقت پھانسی دینے والے کو تختے پر نیند آ گئی۔ مقررہ وقت گزر گیا۔ وہ بری ہو گیا۔

۱۴۱۔ وصال سے ایک دن پہلے

خلیفہ عنایت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ وصال سے ایک دن پہلے چار پائی پر حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ پنکھا چلا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وفات کا وقت قریب آ رہا ہے اور ساتھ ہی آپ نے یہ الفاظ پڑھے فادخلی فی عبادی

وادخلی جنتی مجھے مائی زہران نے کہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت غوث الاعظم اور موہڑہ شریف والے مرشد اور ساتھ ہی ایک پالکی بھی آئی ہے۔ آج رات کو حضرت صاحب نے رخصت فرمانا ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وصال مبارک سے چند دن پہلے حضرت صاحب نے سینکڑوں مریدین کو اس بات کا اشارہ دیا تھا۔ کہ وصال کا وقت قریب ہے اور وصال سے پہلے ہی سینکڑوں مریدین اکٹھے ہو گئے تھے۔

۱۴۲۔ کھانے میں برکت

محمد دین پدری تھانہ برکی تحصیل و ضلع لاہور جن کی عمر لکھتے وقت ۹۵ سال ہے بیان کرتے ہیں کہ ہاڑ کے عرس کے موقع پر حضرت صاحب نے ایک دیگ چاول کی پکائی اور لوگ کھیتوں میں محمدی کنویں پر کام کر رہے تھے۔ آپ نے چار پائی پر کپڑا بچھایا اور چاول اوپر رکھ دیئے اور ''ہرا'' نائی سے کہا کہ تھالیاں لے آؤ۔ میں ان میں ڈالتا ہوں اور تم لوگوں کو دیتے جاؤ۔ عرس پر تمام لوگ چاول کھا کر سیر ہو گئے۔ جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ لیکن ایک دیگ چاول ختم نہ ہوئے۔

۱۴۳۔ مرید کی غائبانہ امداد

محمد دین پدری صاحب نے بیان کیا۔ میں ہر گیارہویں شریف کے ختم کے موقع پر لکھن شریف آتا تھا۔ میرے چچا کے گاؤں کے لوگ دشمن تھے۔ وہ کئی دفعہ داؤ لگا کر راستے میں بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ میں گیارہویں شریف میں شامل ہونے کے لیے آ رہا تھا۔ میرے چچا کے دشمن راستہ میں برچھیاں لے کر بیٹھے

ہوئے تھے۔ میں نے جب دیکھا تو بہت خطرہ محسوس کیا۔ میں نے حضرت صاحب کو یاد کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اٹھ کر قریبی کھیتوں میں جا چھپے۔ جب میں اس جگہ سے گزر گیا۔ وہ پھر باہر نکل آئے۔ جب میں لکھن شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت صاحب فرمانے لگے بچے شام کے وقت دیر سے نہیں آنا چاہیے۔ آپ پوچھنے لگے۔ راستے میں کچھ دیکھا تھا۔ تو میں نے کہا جناب دشمن راستے میں برچھیاں لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمیں اپنے مرید کے لیے یہاں سے جا کر ان کو راستہ سے ہٹانا پڑا۔ اب ذرا محتاط ہو کر آیا کرو۔

۱۴۴۔ باکمال کشف

محمد دین صاحب پدری نے بیان کیا کہ میرے گھر میں ایک مہمان آیا۔ وہ بھینسوں گائیوں کی خرید و فروخت کرتا تھا۔ اس کے پاس یادداشت کی کاپی یعنی ''وحی'' تھی۔ اس میں اس نے لوگوں سے رقم لینے دینے کا حساب لکھا ہوا تھا۔ وہ روٹی کھانے کے بعد ''وحی'' چارپائی پر بھول گیا۔ وہ میرے بدمعاش چچا نے اٹھالی۔ اس کا خیال تھا کہ اس میں سے رقم میں وصول کرونگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مہمان واپس آگیا۔ پوچھنے لگا۔ کہ میری ''وحی'' یہاں پڑی ہوئی تھی میں نے جواب دیا کہ میں نے بھی یہاں دیکھی تھی۔ میری والدہ کہنے لگی کہ تیرا چچا آیا تھا۔ وہی اٹھا کر لے گیا ہوگا۔ میں نے چچا سے پوچھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ میں بہت پریشان ہو گیا۔ میں نے وضو کیا۔ دو نفل ادا کیے اور اسم ذات پڑھ کر حضرت صاحب کو یاد کیا۔ میرے کان میں حضرت صاحب کی آواز آئی۔ کہ ''وحی'' تیرے چچا کے گھر میں فلاں صندوق میں لحافوں کے نیچے پڑی ہوئی ہے۔

وہاں سے لے لینا اور چچا کو نہ بتانا۔ میں صندوق سے وحی لے کر آ گیا اور اس مہمان کو دے دی۔ یہ حضرت صاحب کا کمال کشف تھا۔

۱۴۵۔ حضرت خواجہ محمد عارف صاحب کی شادی

محمد دین صاحب پدری نے بیان کیا۔ ہم حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی شادی کے موقع پر سمسانی گئے۔ ہم وہاں تین دن رہے۔ گاؤں کے لوگوں نے ایک بہت بڑا سہاگہ تیار کیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد تمام لوگوں سے کہنے لگے۔ آؤ سہاگہ اٹھانے کا مقابلہ کریں۔ ایک جوان آدمی سہاگہ اٹھانے لگا۔ اور کندھے کے قریب لا کر پھینک دیا۔ میرے ماموں نے بھی اٹھانے کی کوشش کی۔ نہ اٹھا سکا۔ آخر میں نے ماموں سے کہا۔ میں اٹھاؤں گا۔ ماموں نے کہا تم کیسے وہ اٹھا سکتے ہو۔ میں نے حضرت صاحب کو یاد کیا اور میدان میں نکل آیا۔ میں نے وہ کندھوں پر اٹھا لیا۔ میں مقابلہ کیلئے تیار ہو گیا۔ دوڑ شروع ہوئی اور ہماری گھوڑی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دوڑی اور مقابلہ جیت گئے۔ حضرت صاحب نے گاؤں والوں سے کہا کہ درویش لوگوں کے ساتھ مقابلہ نہ کیا کرو۔

۱۴۶۔ دعا سے اولاد ہوئی

محمد دین صاحب پدری نے بیان کیا کہ میرے چار بچے فوت ہو گئے تھے میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی دنیا داری تو ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب دین کے لیے ہی دعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ دنیا داری بھی تو رکھنی چاہیے کیونکہ دین اور دنیا جڑواں بھائی ہیں۔ ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ بوٹا لگا دے گا۔ اور بعد میں حضرت صاحب کی دعا سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی

پیدا ہوئی۔

۱۴۷۔ مقدمہ سے بری ہو گئے

محمد دین صاحب پدری نے بیان کیا۔ کہ یہ میرے دیکھنے کا واقعہ ہے۔ کہ لاہور والی ایک عورت کے دو بیٹے شبہ کی بنا پر قتل کے مقدمہ میں پھنس گئے وہ حضرت صاحب کی خدمت میں اکثر حاضری دیتی اور عرض کرتی میرے دو بیٹے مقدمہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس عورت کو تسلی دی۔ کہ تیرے بیٹے بری ہو جائیں گے۔ آپ مقدمے والے جج صاحب کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جج صاحب باہر نکلے اور پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں دو لڑکے ہمارے بچے ہیں ان کو بری کرنا ہے۔ جج صاحب نے کہا اچھا بری کر دوں گا۔ آپ نے کاغذ کا ایک ٹکڑا جیب سے نکالا اس پر جج صاحب کے دستخط کروا لیے۔ دو دن کے بعد جب تاریخ پر اس عورت کے لڑکے حاضر ہونے لگے۔ آپ نے کاغذ کا وہ ٹکڑا ان کو دیا۔ کہ یہ جج صاحب کو دے دینا۔ جج صاحب نے ان کو بری کر دیا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کوئی مرشد ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ لکھن شریف میں جج صاحب نے دونوں لڑکوں اور ان کی والدہ کو اپنی کار میں بٹھا لیا اور لکھن شریف میں حاضر ہوئے اور جج صاحب حضرت صاحب سے کہنے لگے۔ مجھے اپنا مرید اور غلام بنالیں۔ اس کے بعد وہ اکثر حاضری دیتے رہے۔

۱۴۸۔ گھریلو حالات درست ہوئے

علم الدین پہلوان صاحب ساکن گوجرانوالہ عمر ۷۵ سال بیان کرتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے پہلے میں موضع نزور برکی بارڈر کے قریب رہتا تھا۔

میرا رشتہ ہو چکا تھا۔ اس کے بعد میرا سسرال سے جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے لڑکی کو گھر میں بٹھا لیا۔ امرتسر کے قریب میرا پہلوانوں سے بہت تعلق تھا۔ حمیدا پہلوان، بھولو پہلوان گاماں پہلوان رستم زمان کی کوششوں سے بھی بیوی میرے گھر نہ آئی۔ مجھے معلوم ہوا کہ لکھن شریف میں ایک درویش ہے۔ وہاں جا کر مرید ہو جاؤں اور دعا کراؤں جب میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مرید ہونے کیلئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی دنیا کا بگڑا ہوا کام ہے تو بتاؤ میں اللہ سے دعا کروں۔ میں خاموش ہو گیا۔ دوسری دفعہ بھی پوچھا۔ میں خاموش رہا۔ تیسری دفعہ آپ نے فرمایا۔ بیوی حاصل کرنے کے لیے بیعت نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کیا کہ دین بھی درست ہو جائے اور دنیا کے کام بھی درست ہو جائیں۔ بیعت کرنے کے بعد حکم دیا کہ ہر گیارہویں شریف کے ختم میں حاضری دیا کرو۔ ایک دفعہ جب میں گیارہویں پر حاضر ہوا۔ لڑکی والوں نے دعویٰ تنسیخ نکاح کیا ہوا تھا۔ فرمایا تم سچے ہو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔ مقدمہ خارج ہو جائیگا۔ چنانچہ مقدمہ خارج ہوا۔ اس کے بعد انہوں سیشن جج کے پاس اپیل دائر کر دی۔ وہاں ان کا بہت دباؤ پڑا۔ وہاں مجھے حضرت صاحب عدالت میں نظر آئے۔ اور اچانک غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فیصلہ ہونے لگا۔ مقدمہ خارج ہو گیا۔ اس کے بعد ہندوستان کی تقسیم ہوئی۔ میرے سسرال والے گوجرانوالہ میں ٹھہرے۔ ایک دن میں نے سوچا کہ اب پاکستان بن گیا۔ میرے سسرال والے معلوم نہیں کہاں گئے۔ کیونکہ میرے مرشد نے فرمایا تھا کہ وہی بیوی تجھے مل جائے گی۔ بعد از وصال حضرت صاحب مجھے خواب میں ملے کہ تیرے سسرال والے ٹھاکر سنگھ والا دروازہ۔ گلی بنگالیاں والی گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔ وہاں رابطہ قائم کرو اور بیوی کو ۱۲ سال بعد گھر واپس لایا۔

۱۴۹۔ کنویں کا پانی میٹھا ہوگیا

حاجی محمد عبداللطیف صاحب المشہور صوفی مستانہ ساکن پسرور ضلع سیالکوٹ ۱۹۳۶ء میں ۲۴ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت کی بیعت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۸ سال ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک دفعہ حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ پسرور میں ہمارے کنویں میں پانی ناکافی اور کڑوا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ لکھن شریف سے ایک لوٹا پانی بھر کر لے جاؤ اور رات کے وقت وہاں کنویں میں ڈال دو۔ اس وقت سے آج تک کنویں کا پانی نہایت ہی شاندار ہے۔ بلکہ پسرور کے علاقہ میں پانی کم ہوتا تھا۔ اور لوگوں کو پانی کی کمی کی وجہ سے کاشت کاری میں مشکلات پیش آتی تھیں۔ اب ہر طرف پانی ہی پانی میسر آتا ہے۔

۱۵۰۔ صوفی صاحب کا مست ہونا

صوفی مستانہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ مجھ پر نظر کرم کیجئے۔ مجھے مست بنا دیجئے۔ آپ نے نگاہ کا تیر مجھ پر چلایا۔ اور میں شکار ہوگیا۔ ایسا مست ہوا کہ مجھے دنیا کی ہر چیز بھول گئی۔ ہر وقت صرف خدا کی یاد تھی۔ نہ رات کا خیال تھا نہ دن کا۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کے عشق میں تڑپتا تھا اور مرشد کی تصویر آنکھوں میں رہتی تھی۔ کمر پر ایک لنگوٹی تھی۔ اور جسم پر کمبل اوڑھے ہوئے کئی شہروں اور دیہاتوں میں پھرتا تھا۔ جسم کی حالت فنا ہو چکی تھی اور روحانیت کی بقا ہو چکی تھی۔ ۶ ماہ مست رہنے کے بعد لکھن شریف میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک خادم کو حکم دیا۔ کہ اس کو نہلوانے کے

لیے پانی لاؤ اس خادم نے مجھے نہلایا۔ میرے جسم کی جلد آہستہ آہستہ ٹھیک ہوگئی۔

۱۵۱۔ لنگر کا کم ہونا

صوفی مستانہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بعض اوقات آپ کی خدمت میں مہینہ یا سوا مہینہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ لنگر تقسیم ہونا شروع ہوا۔ آپ مجھے دو دو روٹیاں دیتے تھے۔ اور میں مہمانوں کو دیتا تھا۔ لنگر کم ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ لنگر کم کیوں ہوا۔ عرض کیا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں۔ فرمایا تو نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ کہا کہ نہیں۔ آپ نے مجھے وہ کلمات بتائے جو کہ پڑھنے سے لنگر کبھی کم نہیں ہوتا۔ (واقعہ سناتے وقت وہ کلمات نہیں بتائے گئے۔)

۱۵۲۔ بیعت کے متعلق

صوفی مستانہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ موہڑہ شریف یا کسی اور جگہ بیعت کیلئے جاؤں۔ آپ نے میرے دل کے خیال کو معلوم کرلیا۔ آپ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر کھیتوں کی طرف چل پڑے۔ وہاں نصیحتیں کرتے ہوئے بیعت سے متعلق قرآن پاک میں سے چوبیسویں پارے کی آیت پڑھی۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ جس شخص نے پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ فرمانے لگے۔ اسی طرح جس شخص نے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گویا اس نے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور گویا اس نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی ان نصیحتوں سے میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور دل ٹھیک ہوگیا۔

۱۵۳۔ حج کا واقعہ

صوفی مستانہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ حج کیا کرو۔ آپ کے حکم کے بعد میں نے پانچ حج کیے۔

۱۵۴۔ نفس کُشی کا واقعہ

صوفی مستانہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کا ایک پیر بھائی صوفی اللہ دین تھا۔ اُس نے حضرت صاحب کا واقعہ سنایا۔ آپ کو حلوہ کھانے کی خواہش ہوئی۔ آپ نے فرمایا آؤ دیکھو کہ کیسے نفس کو حلوہ کھلاتے ہیں۔ آپ نے دال منگوائی دو دن رکھنے کے بعد بدبو دینے لگی۔ پھر آپ نے وہ دال ان کے سامنے کھائی اور نفس کو خوب کچلا۔

۱۵۵۔ 1965ء کی جنگ میں۔ بعد از وفات

حاجی سیف الدین شیخ لوہا مارکیٹ لاہور والے بیان کرتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے شروع میں موضع لکھن شریف جو کہ واہگہ بارڈر کے قریب ہے۔ ہندوستان کے قبضے میں تھا۔ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب بمع اہل و عیل لاہور ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہوئے۔ میں نے آپ کو زمین پر بوریا پر بیٹھے ہوئے عجیب حالت میں دیکھا۔ تو دل بہت پریشان ہوا۔ تو اسی پریشانی کی حالت میں سو گیا۔ حضرت صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی۔ فرمایا یہ دیکھو میرے ہاتھ۔ گولیوں سے چھلنی ہو چکے ہیں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی

ہے۔ ہم نے اہل خانہ کو حفاظت کے ساتھ لکھن شریف سے نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو کامیابی عطا فرمائے گا۔

۱۵۶۔ اغوا شدہ عورت کا واپس لانا

میاں نبی بخش مستری موضع ڈھا مکے نزد شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی کرم الدین علاقہ قصور کا رہنے والا تھا۔ اس کی بیوی کو ڈاکو اغوا کر کے کراچی لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کو کسی کے پاس فروخت کر دیا۔ کافی تلاش کے باوجود کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے دو بچے تھے۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ بہت پریشان تھا۔ کسی درویش کے پاس گیا اس سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اس نے حضرت خواجہ محمد بخش کے پاس بھیج دیا۔ وہ اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لے کر اعلیٰ حضرت کے پاس دربار لکھن شریف میں پہنچا۔ آپ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا۔ ڈاکو زبردستی اس کی بیوی کو اٹھا کر لے گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہاں کچھ عرصہ لکھن شریف میں ٹھہرو۔ آپ نے پوچھا تیری بیوی کا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری بیوی کا نام نعمت ہے۔ وہ چھ ماہ تک آپ کے پاس لکھن شریف میں رہا اور خدمت کرتا رہا۔ جب کھانا اس کے پاس آتا تو آپ پوچھتے کہ نعمت آ گئی ہے۔ وہ کہتا کہ جناب آ گئی ہے۔ چونکہ کھانا بھی ایک نعمت ہوتا ہے۔ وہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔ وہ بہت پریشان رہتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے پوچھا کہ تیری بیوی بد معاش تو نہیں تھی جناب انہوں زبردستی اغوا کی تھی۔ ایک دن مجلس ذکر کے بعد آپ بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ کیا تیری نعمت جلدی آ جائے۔ جناب جلدی آ جائے۔ آپ کی بلی وہاں آ گئی۔ آپ نے بلی سے کہا کہ اس کی نعمت لے آؤ۔ بلی دیوار کے دوسری طرف چکر لگا کر آئی اور انکار کا سر ہلایا۔ آپ

نے بلی سے کہا کہ اچھالے آؤ وہ بلی فوراً غائب ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت صاحب مراقبہ میں بیٹھے۔ آدھ گھنٹہ تک مراقبہ میں رہے۔ مراقبہ کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ وہ بلی فوراً ظاہر ہوئی۔ آپ نے پوچھا نعمت کو لے کر آئی ہو۔ اس نے اپنے اگلے پاؤں سے اشارہ کیا کہ ''ہاں'' آپ نے کرم دین سے کہا۔ کہ جاؤ باہر دیکھو! نعمت آئی ہے یا نہیں اگر آئی ہے تو اس کو اندر لے آؤ۔ اس کی بیوی نے اندر آکر آپ کو سلام کیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو آٹا لگا ہوا تھا۔ اُس سے پوچھا گیا تو کس طرح آئی ہے۔ اُس نے جواب دیا میں کراچی میں تھی آٹا گوندھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی بلی پھر آئی۔ اس عورت نے کہا کہ یہ بلی میرے آٹے میں منہ مارنے لگی تھی۔ میں نے اس کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے فوراً مجھے پکڑ لیا۔ اور میں غائب ہوگئی۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ میں آپ کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی کو آپ نے کپڑے اور نقدی دے کر رخصت کیا۔

۱۵۷۔ طنز اور مذاق

مستری نبی بخش صاحب نے بیان کیا۔ میرا ماموں محمد بخش مستری جو کہ بہت حقہ پینے والا اور جاہل تھا۔ ایک دفعہ جب آپ ڈھاکے تشریف لے گئے تھے۔ اور لوگ آپ کے ساتھ مل کر کلمہ شریف کا اونچی آواز سے ذکر کر رہے تھے۔ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مذاق کی باتیں کرتا۔ کہ دیکھو کلمہ کا تماشہ بنا رکھا ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ اس نے میرے ساتھ اس بات کا ذکر کیا۔ میں نے اس سے پوچھا تو نے کیا مذاق کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ان پیروں نے کلمہ کا تماشا بنا رکھا ہے۔ میں اس کو ساتھ لے کر لکھن شریف میں آپ کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ آپ نے ایک بتاشہ دم کر کے دیا۔ وہ ٹھیک ہوگیا۔ حضرت نے اس کو کہا مذاق نہ کیا کرو۔ کلمہ کا ذکر کیا کرو۔

۱۵۸۔ ملازمت کے حالات درست ہوگئے۔

عبدالکریم مانگٹ صاحب شالامار ٹاؤن لاہور سے بیان کرتے ہیں۔ میں فوج میں ملازم تھا۔ ۱۹۴۱ء میں چھ ماہ کی سروس کے بعد چھٹی پر گھر آیا۔ میرے افسر بہت سخت تھے۔ اور جنگ عظیم دوم کا زمانہ تھا میں نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ میں اب فوج کی ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت صاحب نے ملازمت نہ چھوڑنے کا مشورہ دیا۔ لیکن میں اصرار کرتا رہا۔ حضرت صاحب نے فرمایا اچھا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ میں جان بوجھ کر ایک مہینہ لیٹ ہوگیا۔ اور مزید چھٹی کے لیے تار بھیج دی۔ ہماری پلٹن اس وقت برما آسام میں تھی۔ انگریز کمانڈر پوری تفتیش کرنا چاہتا تھا اور سزا دینے کا خیال تھا۔ وہاں میں نے حضرت صاحب کو یاد کیا۔ مجھے ذرا اونگھ آ گئی۔ حضرت صاحب مجھے نظر آئے۔ میں نے عرض کی۔ آپ کی مدد کی ضرورت ہے فرمایا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کمانڈر نے پوچھ گچھ کی۔ اس نے کہا تم کیوں لیٹ ہو۔ میں نے کہا۔ میں نے آپ کو تار اور چٹھی بھیجی تھی۔ اس نے اقرار کیا۔ اس نے سزا کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ لیکن حضرت صاحب کی دعا سے اس نے معاف کر دیا۔ میں جنگ عظیم دوم ختم ہونے کے بعد طے شدہ معاہدہ کے مطابق ۱۹۴۶ء میں فوج سے فارغ ہوا تھا۔

۱۵۹۔ شادی ہوگئی

عبدالکریم صاحب نے بیان کیا۔ ۱۹۴۷ء میں لکھن شریف میں حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ کہ میری شادی ہو جائے آٹھ دن کے اندر شادی ہوگئی۔ بچے کی پیدائش سے آٹھ دن پہلے لکھن شریف میں آیا۔ روضہ شریف پر دعا مانگی۔ بچے کی پیدائش سے تین دن پہلے حضرت خواجہ محمد بخش صاحب خواب میں ملے آپ کے ہاتھ میں آم کا ایک چھوٹا سا پودا تھا۔ وہ آپ نے میرے دائیں ہاتھ پر دے دیا۔ تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عنایت فرمایا۔

۱۶۰۔ بچہ ٹھیک ہوگیا

عبدالکریم صاحب نے بیان کیا۔ حضرت صاحب کی دعا سے جو لڑکا پیدا ہوا۔ تھا وہ سومہینہ پورا ہونے کے بعد بیمار ہوگیا۔ پانچ دن تک وہ بیمار رہا۔ میں نے رات کو روتے ہوئے حضرت صاحب کو یاد کیا۔ آپ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ عرض کی کہ آپ کی دعا سے لڑکا ملا ہے۔ یہ کہیں ختم نہ ہوجائے۔ فرمایا یہ پانی پلاؤ۔ بچہ ٹھیک ہوجائے گا۔ صبح ہوتے ہی ایک حکیم کے پاس گیا۔ اس نے عرق گاؤ زبان دیا۔ بچہ دو تین دفعہ پینے سے ٹھیک ہوگیا۔ آپ کی دعا سے حالات درست ہوگئے۔

۱۶۱۔ حضرت صاحب کی زیارت

عبدالکریم نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ کراچی گیا تھا۔ میں نے وہاں خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب خود اپنے روضہ پر قرآن مجید سے سورۃ یٰسین تلاوت فرما رہے ہیں۔

۱۶۲۔ مرید کی طرف توجہ

صوفی عبدالرشید صاحب راولپنڈی بیان کرتے ہیں۔ نور پور ضلع کانگڑہ سے ایک دفعہ ۱۹۴۲ء میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ جلو سٹیشن سے اتر کر جلو موڑ آگیا۔ موسم سخت گرم میں نے سوچا تھوڑا سا آرام کرلوں۔ جلو موڑ مسجد میں لیٹ گیا۔ دو تین گھنٹے آرام کرنے کے بعد اٹھا۔ عصر کی نماز پڑھی اور دربار شریف پہنچا۔ حضرت صاحب سے شرف ملاقات ہوا۔ مجھ سے حضرت صاحب نے پوچھا۔ بڑی دیر سے دربار شریف پہنچے ہو۔ کیونکہ جس وقت ہمارا مرید اپنے گھر سے چلتا ہے ہمیں خبر ہوتی ہے۔ اور وہ ہمارے دھیان میں ہوتا ہے۔ جب تک دربار شریف نہ پہنچ جائے۔ ہمارے حساب سے آپ راستے میں کہیں رک گئے تھے۔ میں واقعی دو تین گھنٹے رکا تھا۔ شرمندگی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب اپنے پیر کو مرید ملنے کے لیے آئے۔ تو راستے میں کہیں نہیں رکنا چاہیے۔

۱۶۳۔ کشف ہوگیا

صوفی عبدالرشید صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ مریدین کے ساتھ دربار شریف سے نکلے اور باغ میں چلے گئے۔ اس زمانے میں باغ میں امرودوں کے دو درخت تھے۔ جب ہم باغ میں پہنچے۔ امرود دیکھ کر خیال آیا کہ امرود پکے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ توڑ کر ان کو کھایا جائے۔ ابھی دو ہی قدم چلے ہونگے کہ حضرت صاحب نے ہم میں سے ایک مرید کو فرمایا۔ پکے پکے امرود توڑو۔ اس نے توڑ کر جھولی بھرلی۔ جب وہ حضرت صاحب کے پاس لے گیا۔ تو اس کو فرمانے لگے۔ یہ تمام امرود رشید کو دے دو۔

۱۶۴۔ امتحان میں پاس ہوگیا

عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ میں تقریباً ۱۹۵۰ء کے بعد بطور سیمی سکلڈ ریلوے میں ملازم ہوگیا۔ چند سالوں کے بعد سکلڈ کا امتحان دیا امتحان تسلی بخش نہیں تھا۔ میں لکھن شریف میں روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور دعا مانگی میں نے رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت صاحب ورکشاپ میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔ فرمارہے ہیں تیرا کام ٹھیک ہے۔ میرا غلط کام بھی ٹھیک ہوگیا۔ اور اچھی طرح امتحان میں کامیاب ہوا۔

اگر کچھ لینا ہے سائل تو آجا شادمانی سے
محمد بخش دیتے ہیں بڑی خندہ پیشانی سے

اقوال زریں

۱۶۵۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب

(۱) خدا کی نعمت کا شکر کرو اور اُس کا اپنے اوپر اظہار بھی کرو۔

(۲) جب تک کسی کے اخلاق و آداب درست نہ ہوں اس کی عبادت اور عمل نا قابل قبول ہے۔

(۳) دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بیعت حرام ہے۔

(۴) محبوب حقیقی کو پا لینے کے بعد صدق الیقینی اور عجز و انکساری ایک لازمی امر ہے۔

(۵) تین آدمیوں کے لیے بہت سے خطرات ہیں۔ اور ان کے لیے صحیح مسلمان بننا بہت مشکل ہے۔ (۱) سیّد (۲) صاحبزادہ (۳) عالم اگر یہ تینوں صحیح مسلمان بن جائیں تو لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

(۶) خواہشات اور تصورات باطلہ کو ترک کرنے سے زندگی کو بقا ملتی ہے۔

(۷) حرام روزی تکبر، فحش بیانی، بداخلاقی اور دنیا کی محبت فیض حقیقی سے محروم رکھتی ہے۔

(۸) اللہ کی پہچان کیلئے حلال روزی سخاوت، شفقت، ریاضت و

مجاہدہ ، صبرو استقلال، تقویٰ اور قضائے الٰہی پر شاکر رہنا ضروری ہے۔

(۹) ظلم وتشدد، بے جا غصہ اور سنگدلی قابل مذمت ہے۔

(۱۰) حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا نمونہ ہر سچے مسلمان کے لیے نہ صرف اس کی عاقبت سنوارنے کا موجب ہے۔ بلکہ وہ اس پر عمل کرکے اپنی روزمرہ زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔

(۱۱) دنیاوی مال امانت ہے۔ جب تک اسے واپس نہ کیا جائے۔ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(۱۲) حقہ نوشی سے مسلمانوں کی روح کمزور ہوجاتی ہے۔

(۱۳) نفس امارہ کو مارنے کے لیے اسم ذات کا بکثرت پڑھنا ضروری ہے۔ اللہ اسم ذات ہے۔

(۱۴) مرغن کھانے دل اور وجود میں چربی پیدا کرتے ہیں۔ جس سے دل ذکر سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۱۵) جب میں درود شریف پڑھتا ہوں تو میرے دل اور روح کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جس دل میں ان کے لیے شفقت نہیں۔ وہ پتھر کی مانند ہے۔

۱۶۶۔ غائبانہ طور پر امداد

حضرت صاحب کی خادمہ زہران بی بی نے بیان کیا۔ کہ میرے بھائی، لال دین کی شادی چک نمبر ۵ چندھڑاں والا ضلع ساہیوال میں تھی۔ جب برات اس کے سسرال کے گھر میں پہنچ گئی۔ کچھ باتوں میں اس کے سسرال والے ناراض ہوگئے۔ وہ کہنے لگے ہم لڑکی کو تمہارے گھر میں نہیں بھیجیں گے۔ تمام پریشان تھے۔ تین دن وہاں ٹھہرے۔ میں عصر کی نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھ گئی۔ حضرت صاحب کو یاد کیا۔ اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب گھوڑی پر بیٹھے ہوئے فوراً میرے پاس آئے۔ اور مجھے تسلی دینے لگے آپ نے فرمایا فکر مت کرو، کام ٹھیک ہو جائے گا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کے والدین راضی ہوگئے۔ تین دن کے بعد ڈولی روانہ ہوئی۔ یہ حضرت صاحب کی واضح کرامت ہے۔

۱۶۷۔ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کی توجہ (بعد از وفات)

صوفی خواجہ عبدالرشید صاحب نے بیان کیا کہ جب ۱۹۴۵ء میں ہماری پلٹن کا کیمپ رنگون میں تھا۔ ایک دفعہ جب میں عبادت میں مشغول تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کانواں والی سرکار کا مزار شریف گجرات کے قریب ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کی تھی۔ کہ کوے بھی ان پر عاشق تھے۔ ابھی یہ خیال دل میں آیا تھا۔ کہ حضرت وہاں موجود ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ کوئی بات نہیں ہے۔ تم اللہ کی ضرب لگا کر اس کی طرف دیکھو اللہ کی شان کا نظارہ اس میں دیکھو۔ میں نے دوسرے دن عصر کی نماز پڑھی اور کیمپ کے قریب آموں کا باغ لگا ہوا تھا۔ وہاں ایک درخت پر ایک کوا بیٹھا ہوا تھا۔ میری نظر اس کی گردن پر

پڑی۔ اس کی گردن پر سرمئی رنگ کے چمکدار بال غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے پروں پر اللہ تعالیٰ کی شان نظر آئی۔ ان پروں کو دو تین منٹ تک دیکھتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان کا نظارہ کرتا رہا۔ ابھی میں وہاں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ تقریباً پندرہ بیں کوے سر پر منڈلانے لگے۔ میرے سر پر کائیں کائیں کر رہے تھے۔ ان کی آواز مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ یہ حالت دو تین دن تک رہی آخر ملٹری والوں نے مجھے کوے والا پیر کہنا شروع کر دیا۔ مگر یہ بات میرے پسند نہ آئی۔ چار دن کے بعد حضرت صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی۔ عرض کیا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ لوگ مجھے کوؤں والا پیر کہنا شروع کر دیں۔ حضرت صاحب نے دعا فرمائی کوے جو میرے سر پر منڈلاتے تھے۔ وہ میرے سر پر اڑنا بند ہو گئے۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔

۱۶۸۔ مجلس ذکر میں ختم شریف

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ساری زندگی درود اور وظائف پڑھتے تھے۔ اس کو ختم شریف کہا جاتا ہے۔ آپ یہ کلام پڑھنے کے لئے اپنے مریدین کو سکھاتے تھے۔ آپ خاموش عبادت بھی کرتے تھے۔ لیکن ان الفاظ کو آپ خود اور اپنے مریدین کو بھی دھیمی دھیمی آواز سے ذکر کراتے تھے۔ خاص طور پر کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے کیا جاتا تھا۔ اونچی آواز سے وظائف پڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ بعض ان پڑھ لوگ بھی آسانی سے یاد کرلیں اور تلفظ صحیح کرلیں۔ آپ بعد از مغرب مجلس ذکر یعنی ختم شریف کی مجلس شروع کرتے تھے۔ اور بعض اوقات فجر کی نماز کے بعد بھی مجلس ذکر منعقد کی جاتی تھی۔ شام کی مجلس دو یا تین گھنٹے تک جاری رہتی۔ آپ تہجد کی نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرتے اور مراقبہ فرماتے۔ آپ دن رات

نمازوں کے علاوہ چلتے پھرتے اور کھیتوں میں کام کرتے وقت اللہ کا ذکر کرتے۔ یا قرآن و حدیث کی باتیں کرتے۔ کیونکہ آپ حضور اکرم ﷺ کی سنت کا مکمل نمونہ تھے۔ ختم شریف کی کلام اور وظائف مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ وظائف ہر مہینے گیارہویں شریف اور عرس مبارک کے موقع پر پڑھے جاتے تھے اور اب بھی پڑھے جاتے ہیں۔

ختم شریف

نمبر شمار — درود شریف — تعداد

۱ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ O

۱۰۰ بار

۲ تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط ۱۱ بار

﴿کلمہ﴾

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ۲۱ بار

﴿کَلِمَہ تَمْجِیْد﴾

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

درود ابراهیمی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط

آیت الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

آیت کریمه

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ

استغفار

اَسْتَغْفَارُ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ ط

سورة فاتحه

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ط ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اٰمِيْنَ

سورة اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

وظائف نظیریه

اَللّٰه الحَسِیبُ	۲۱ بار	یا حیُّ یا قیّومُ	۲۱ بار
لَطِیفٌ	۲۱ بار	یاذُو الجَلال والِا کرام	۲۱ بار
یا مُجیبُ السَمِیعُ	۲۱ بار	یا حنّان یا منّان	۲۱ بار
یا وهّابُ	۲۱ بار	یا غفور یا رحِیم	۲۱ بار

یا بَارِئُ ۲۱بار یا جَوّادُ یا کَرِیمُ ۲۱بار

یا قابِضُ ۲۱بار یا علّمُ الغُیوب ۲۱بار

یا علیُّ العظیم ۲۱بار

یاودود یا عطوف ۱۱بار یا باسط

یا کَبِیر المُتعالِ سَلامٌ قولاً مِن رّب الرّحِیم

یا بَدِیعُ العجائب بِالخیر بِرحمَتِكَ یا اَرحمَ الرّاحِمِین

یا اللّٰہُ یا رَحمٰنُ

صلوٰۃ الخوف

اَللّٰھُم صَلّ عَلیٰ سَیّدنَا مُحمّدٍ وَ علیٰ اٰلِ سَیّدنَا مُحمّدٍ صلوۃً تکُونَ لَنَا اَمانًامِّن کُلِّ خَوف ط

مناجات

یا قَاضِیُ الحَاجَات یا حَلّ المُشکلات

یا دَافِعُ البلّیَات یا مُعطِیُ الخیرات

یا مُجیبُ الدّعوٰت یا مُسبّبُ الاَسبَاب

یا مُفتحُ الابواب اَللھُم یا خیرَ الرّازقِین

یا اَرحَمَ الرّاحِمِین

یابَاقِی اَنتَ البَاقِی یاشَافِی اَنت الشّافِی

یاکَافِی اَنتَ الکافِی یامَافِی اَنتَ المافِی

یاھَادِی اَنتَ الھادِی اَنتَ الھادِی اَنتَ الحَق

لَیسَ الھادِی اِلاّ ھو یا صِدّیقُ یا عُمَر

یا عُثمان یا حَیدَر حَقّ اللّٰہ مَوجُود اللّٰہ

پاک اللہ بے عیب اللہ مَافِی قَلبِی خَیر اللّٰہ

نُورِ مُحمّد صَلِی عَلیٰ حُسن کمال رَسُول اللّٰہ

سر پر تاج شفاعت کا حوراں گندلیایاں سہرا

پہنے نبی رسول اللہ

۱۶ کلمہ طیبہ بلند آواز سے بار بار پڑھنا ۷بار

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۱بار

۱۷ صلوۃ یادرود شریف ایک ایک بار

صَلّ علی رسولنا وصَلّ علی محمد

صَلّ علی نبینا و صَلّ علی محمد

صَلّ علی حبیبنا و صَلّ وعلی محمد

صَلّ علی بشیرنا و صَلّ علی محمد

صَلّ علی نذیر نا و صَلّ علی محمد

صَلِّ علی کریمنا و صَلِّ علی محمد

صَلِّ علی رحیمنا و صَلِّ علی محمد

صَلِّ علی شفیعنا وصَلِّ علی محمد

صَلِّ علی خیر خلقہ و صَلِّ علی محمد

صَلِّ علی نور عرشہ وصَلِّ علی محمد

صَلِّ علی یا طٰہٰ نا وصَلِّ علی محمد

صَلِّ علی یسیننا وصَلِّ علی محمد

صَلِّ علی یا یہا المزمل وصَلِّ علی محمد

صَلِّ علی یا یہا المدثر وصَلِّ علی محمد

١٨ صلوٰۃ اکبر یا درود اکبر — ایک ایک بار

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خلیل اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیب اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صفی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خیر خلق اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا مکی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا قریشی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا مدنی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یامن اختارہ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا من عظمہ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خلیفۃ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حضرۃ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صفوۃ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حُجّۃُ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رحمۃ اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نور اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا محمد رسول اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صاحب التاج و المعراج

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صاحب الحوض والکوثر

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صاحب الشفاعۃ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صاحب انعمت

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خاتم النبوۃ والرِّسالَتِ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی المدنی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی الحَرَمی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی العربی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی التہامِی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبیَ الہاشمی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی القرشی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی الزکی

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی الامی

بلند آواز سے کلمہ طیبہ بار بار پڑھنا ۷ بار یا ۱۱ بار

لا الـــه الا الــلّٰــه مــحــمــد رســول الــلّٰــه

۲۰ مراقبہ تین منٹ

وظائف پڑھنے کے بعد مراقبہ کرنا چاہیے۔ منہ سینہ کے بائیں طرف دل کی طرف کرے اور آنکھیں بند کر کے توجہ دل کی طرف کرے۔ اور زبان منہ میں تالو کے ساتھ لگائیے۔ سانس اندر لے جاتے وقت اللہ کہنا چاہیے۔ اور جب باہر جائے تو ھو کہنا چاہیے۔ اور بار بار یہ عمل کرنا چاہیے۔ ہر قسم کے خیالات کو ذہن سے نکالنا چاہیئے۔ تا کہ توجہ صرف اللہ کی طرف رہے۔ مراقبہ کا طریقہ مرشد کی محفل ذکر میں بیٹھ کر سیکھنا چاہیئے۔ جس کا مراقبہ کامیاب ہو گا وہ اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی خوبیاں رکھتا ہے۔ حضرت خواجہ پیر محمد بخش صاحب کی مجلس ذکر میں مراقبہ کے دوران بعض لوگوں کو وجد ہو جاتا تھا۔ اور کافی دیر تک وہ وجد میں رہتے۔ اور دل میں اللہ ہو کا ذکر جاری رہتا۔

۲۱۔ بعض اوقات وظائف کے بعد ختم قرآن پاک بھی کیا جاتا ہے اور اس کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔

دیگر وظائف

بعض خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب نے فرمایا:۔

۱۔ اگر کوئی شخص بے روزگار ہے۔ تو فجر کی نماز کے بعد اللہ الحسیب ایک ہزار بار پڑھنا چاہیئے۔ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہیئے۔ درود شریف زیادہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ عمل ۴۱ دن تک کرنا چاہیئے۔ اگر ہو سکے تو ہمیشہ پڑھے۔ اللہ کامیابی عطا فرمائے گا۔

۲۔ اگر کوئی شخص مصیبت میں پھنسا ہو۔ بیماری، مقدمہ یا خانہ بربادی ہو بعد از نماز عشاء ۱۰۵۱ بار مندرجہ ذیل وظیفہ پڑھے۔

یا بدیع العجائب باالخیر یا بدیعہ

اول و آخر ۲۱، ۲۱ بار درود شریف پڑھے۔ یہ عمل ۴۱ دن تک کرے۔ اگر ہو سکے تو ہمیشہ پڑھے۔ اپنی مشکل کو سامنے رکھ کر اپنے سر سے کپڑا اتار دے اور دعائے التجا کرے۔ بہتر یہ ہے کہ آسمان کی چھاؤں میں بیٹھ کر پڑھے۔ اگر سردی کا موسم ہو اور باہر نہ بیٹھ سکے۔ تو دعا کے وقت آسمان کو ضرور دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب عطا فرمائے گا۔

۳۔ اگر کوئی شخص بے روزگار، مشکلات اور مقدمات میں ہے۔ تو نماز عصر کے بعد اللہ لا الہ الا ھُوْ ۵۰۰ پڑھے اگر ہو سکے تو ہمیشہ پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب فرمائے گا۔

۱۶۹۔ نکاح کے حالات درست ہو گئے

مصنف کی والدہ وزیر بیگم نے بیان کیا۔ پہلی شادی سے طلاق ہونے کے بعد سات سال تک والدین کے گھر میں بیٹھی رہی۔ دوسری شادی تجویز ہونے لگی۔ میرے موجودہ سسرال والے کئی دفعہ آتے جاتے رہے۔ میرے والدین کہتے کہ لکھن شریف والے پیر جو فیصلہ کریں گے۔ وہ ہمیں منظور ہوگا۔ میرے سسرال والے دو تین دفعہ لکھن شریف میں حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ آخر ایک دفعہ حضرت صاحب نے ۱۹۴۳ء میں فیصلہ دے دیا اور دعا کی کہ میرے سسرال والوں کو بتایا کہ چاند کے مہینے کی ۱۴ تاریخ کو نکاح کر لینا۔ جبکہ میرے والدین اور بھائی ابھی مکمل طور راضی نہیں تھے کہ اس گھر

میں عبدالغنی کے ساتھ نکاح کیا جائے۔ ۱۳ تاریخ تو لڑنے جھگڑنے میں گزر گئی۔ اور ۱۴ تاریخ رات کو مشورے ہوتے رہے۔ آخر حضرت صاحب کی دعا سے والدین اور بھائی راضی ہو گئے۔ اور سحری کے وقت نکاح ہوا۔ حالات درست ہو گئے۔

۱۷۰۔ شادی کا جلوس

مصنف کی والدہ وزیر بیگم نے بیان کیا۔ کہ میرے بھائی شیخ دین محمد حکیم صاحب کی شادی پر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب شرقپور میں تشریف لائے۔ حضرت صاحب کلمہ طیبہ کے ذکر کے ساتھ برات لے جا رہے تھے۔ اور دُلہا بھی آپ کے ساتھ گھوڑی پر سوار ہونے کی بجائے پیدل چل رہا تھا۔ دوسری طرف ایک برات جو کہ شیخ محمد شفیع کی تھی۔ اسی گھر میں آ رہی تھی۔ چونکہ دو لڑکیوں کی شادی تھی۔ شیخ محمد شفیع اور اس کے ساتھیوں نے طنز اور مذاق کیئے۔ کہ یہ کلمہ کے ذکر کے ساتھ برات ہے یا جنازہ ہے۔

جب حضرت صاحب کو پتہ چلا کہ اللہ کے ذکر والی برات کو جنازہ کہہ رہے ہیں۔ مذاق کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کا جنازہ نکل جائے گا۔ ایک سال کے اندر ایک بچہ پیدا ہوا وہ فوت ہو گیا۔ اور دونوں خاوند بیوی ایک دوسرے کے بعد پہلے ہی سال میں فوت ہوئے اور ان کا جنازہ نکل گیا۔ اس واقعہ کی تصدیق مستری محمد علی شرقپوری نے بھی کی ہے۔

یاد رہے کہ حکیم شیخ دین محمد صاحب جب بھی حضرت خواجہ صاحب کی محفل ذکر میں لکھن شریف جاتے۔ ان کو بہت زیادہ وجد ہو جاتا اور اللہ کے ذکر کے ساتھ جوش رہتا اور بے خودی کا عالم طاری ہو جاتا۔ اور کئی کئی گھنٹے اسی حالت میں رہتے۔

۱۷۱۔ حالات و واقعات بعد از وصال

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کا جب ۱۹۴۴ء میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی عمر انتیس سال تھی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بعد از وصال ظاہری طور پر چالیس رات تک مسلسل میرے پاس تشریف لاتے رہے۔ اور طریقت و حقیقت کی تعلیم و تربیت دیتے رہے۔ بعد از وصال آپ کو مزار مبارک سے دو دفعہ باہر لایا گیا۔ پہلی دفعہ وصال کے چار پانچ ماہ بعد آپ صاحبزادہ صاحب کے علاوہ تین چار مریدین کو خواب میں ملے کہ ہمارا مزار اونچا تھڑا بنا کر اس کے اوپر بنایا جائے۔ جب آپ کو رات کے وقت مزار مبارک سے باہر لانے لگے۔ اس وقت تقریباً اسی آدمیوں نے رسوں سے آپ کے تابوت مبارک کو اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن تابوت مبارک نے حرکت نہ کی۔ صاحبزادہ صاحب نے لالٹین اٹھائی تھی۔ اس کے بعد تابوت کے قریب بیٹھ کر عرض کی آواز آئی کہ جب تک آپ خود شامل ہو کر تابوت نہ اٹھائیں گے۔ حرکت نہیں کر سکتا۔ صاحبزادہ صاحب نے صرف چار آدمیوں کو ساتھ لیا۔ اور خود سرہانے کی طرف سے اٹھایا۔ اور تابوت نہایت آسانی سے باہر لایا گیا۔ وہاں پر موجود سب لوگوں نے آپ کی زیارت کی۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے وضو کرنے والے اعضا یعنی چہرہ ہاتھ کہنی تک اور پاؤں روشن تھے۔ آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کو پندرہ دن تک گھر میں رکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے کافی مریدین کو خواب میں اشارہ کیا کہ ہمیں آ کر مل لو۔ صوفی محمد یوسف صاحب جن کو آپ نے بچپن سے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس وقت جہلم ضلع کچہری میں مہتم خزانہ تھے۔ وہ اپنی میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان

کو اچانک اونگھ آ گئی۔ حضرت صاحب نے ان کو آواز دی۔ کہ محمد یوسف جلدی لکھن شریف آؤ۔ انہوں نے فوراً چھٹی کی درخواست لکھی۔ اور لکھن شریف کی طرف روانہ ہو گئے اور آ کر حضرت صاحب کی زیارت کی۔ آپ کا جنازہ پڑھنے کا اعلان ہوا۔ اور بہت بڑی تعداد میں لوگ لکھن شریف میں جمع ہو گئے۔

حضرت خواجہ محمد عارف حسین صاحب کی والدہ کے بیان کے مطابق جنازہ پڑھنے کے لیے سینکڑوں فرشتے آئے اور چھتوں پر فرشتوں کا اتنا ہجوم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کہیں چھتیں نہ بیٹھ جائیں۔ جنازہ ہونے کے بعد آپ کو دوبارہ دفن کر دیا گیا۔

دوسرا واقعہ ۱۹۶۵ء کی جنگ ختم ہونے کے بعد کا ہے۔ حضرت صاحب چند دیگر مریدین کے علاوہ صاحبزادہ صاحب کو بھی خواب میں ملے۔ کہ اس علاقہ میں کشمیر سے لے کر رن کچھ تک بارڈر روحانی طور پر ہمارے کنٹرول میں تھا۔ اس علاقے میں جو جنگ ہوتی رہی۔ وہ جو گردوغبار اڑتا رہا۔ وہ ہمارے اوپر پڑتا رہا۔ اس لیے ہمیں باہر نکالو اور ہمیں غسل دو۔ ۱۹۶۶ء کو مزار مبارک سے آپ کو باہر نکالا گیا۔ جب آپ کی قبر مبارک کھولی گئی۔ تو اس سارے علاقے میں جو جنگ کے آلات استعمال ہوئے مثلاً بم یا مشین گنوں سے یا رائفلوں میں ہر چیز کا ایک ایک پرزہ تابوت مبارک میں قدموں کی طرف ڈھیری کی شکل میں تھا۔ حالانکہ قبر اور تابوت کھولنے سے پہلے بالکل صحیح حالت میں تھے۔ اس میں کوئی شک نہ تھا۔ کہ کسی آدمی نے وہ جنگی آلات کے ٹکڑے رکھے ہوں۔ حضرت صاحب نے روحانی طاقت سے جو کام کیا۔ اس کی یہ نشانیاں تھیں۔ اب حضرت صاحب کو مزار شریف میں ہی غسل دیا گیا۔ غسل دینے کے آٹھ گھنٹے بعد آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ تقریباً سات دن تک لوگوں نے آپ کی زیارت کی۔ اعضائے رئیسہ مکمل حرکت

کرتے تھے۔ سر اور داڑھی مبارک کے بال سنہرے ہو چکے تھے۔ جو حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق درست تھے۔ کہ جنتیوں کے بال سنہرے ہوں گے۔ آپ کی داڑھی مبارک کو خلال کیا گیا۔ اور کنگھی کے ساتھ جو چند سنہری بال رہ گئے۔ وہ حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کے پاس موجود ہیں۔

۱۷۲۔ بیماری دور ہو گئی

مریم بی بی قوم لوہار ساکن شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ عمر تقریباً ۷۵ سال نے بیان کیا۔ کہ مجھے پھلبہری ہو گئی تھی۔ میرا والد مجھے خواجہ محمد بخش صاحب کے پاس لے گیا۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت پیر محمد عارف حسین صاحب کے منہ کی لعاب مبارک اپنے ہاتھ پر لگا کر میرے ہاتھوں پر لگا دی۔ میں نے وہ اپنے جسم پر لگا دی کچھ دنوں کے بعد سارے جسم سے پھلبہری ختم ہو گئی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ میں شادی کے تقریباً چار سال بعد سخت بیمار ہو گئی۔ ڈیڑھ مہینہ تک کافی علاج کیا گیا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک رات خواب میں حضرت صاحب کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ دریا کے ایک کنارے پر کھڑی ہوں اور حضرت صاحب مریدین کے گروہ کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ مجھے آواز دے رہے ہیں کہ بی بی دریا کو عبور کر کے میرے پاس آؤ۔ میں نے عرض کیا کہ دریا میں سے نہیں گزر سکتی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دریا کو عبور کرایا۔ آپ نے مجھے ایک سیب دیا۔ کہ اسے کھاؤ تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خاوند کو صبح لکھن شریف بھیج دینا۔ پانی دم کرا کر لے جائے۔ صبح خاوند کو خواب سنایا۔ اور لکھن شریف بھیج دیا۔ میرا خاوند جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ فرمانے لگے۔ کہ تجھے میرا پیغام پہنچ گیا ہے اور پانی

دم کرانے کے لیے بوتل لے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے ایک سیب دیا۔ پانی دم کر کے دیا۔ اور لنگر میں سے کھانا بھی دیا۔ اور فرمایا کہ یہ کھاؤ تمہاری بیوی ٹھیک ہو جائے گی۔ میں اتنی سخت کمزور ہو چکی تھی۔ اور میرے گھر والے اور رشتہ دار میری تیمارداری کرتے ہوئے تنگ آ چکے تھے اور میرے مرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں حضرت صاحب کی دعا سے چند دنوں میں تندرست ہو گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۷۳۔ شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

یاالٰہی سر بسجدہ ہوں دعا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفٰے کے واسطے

نفس سرکش کے فریبوں سے بچایا رب مجھے
حضرت صدیق اکبرؓ باوفا کے واسطے

جذبہ توحید سے دل کو میرے آباد رکھ
حضرت سلمانؓ شاہ اولیاء کے واسطے

حضرت قاسمؒ کا صدقہ دے مجھے فقر و غنا
جعفر صادقؒ قطب دوسرا کے واسطے

معرفت کا شوق دے بہر جناب بایزید
بوالحسنؒ خرقانی حق آشنا کے واسطے

پیر کامل قاسم گورگانی عالی جناب
اور جناب بوعلی صاحب سخا کے واسطے

خواجہ یوسف کے صدقے شاد رکھ پروردگار
عبدالخالق غجدوانی مقتدا کے واسطے

حضرت عارف کا صدقہ گناہ گاری سے بچا
فضل کر محمود خیرالاولیاء کے واسطے

بوعلی رامتنی کا ساتھ محشر میں رہے
حضرت بابا سماسی پیشوا کے واسطے

دے شفا یا رب طفیل حضرت میر کلالؒ
شاہ بہاؤالدینؒ خواجہ رہنما کے واسطے

دین و دنیا کی سعادت دے مجھے خوش حال رکھ
شاہ علاؤالدینؒ اصفیاء کے واسطے

آبرو دے خواجہ یعقوب چرخیؒ کے طفیل
شاہ عبیداللہؒ نور ہدیٰ کے واسطے

علم دے، اخلاص دے روح عبادت دے مجھے
شاہ محمد زاہدؒ نور ہدیٰ کے واسطے

خواجہ درویش کا صدقہ دکھا اپنا جمال
خواجہ امکنگیؒ امام حق نما کے واسطے

سرور کونین ﷺ کی یارب زیارت ہو نصیب
باقی باللہ مقبول الدعا کے واسطے

حضرت احمد مجدد الف ثانیؒ کی نظر
مجھ پہ ہو سید حسینؒ آل رضا کے واسطے

دے ہمیشہ کے لئے ایمان کی دولت مجھے
خواجہ عبدالقادرؒ صاحب عطا کے واسطے

سنت نبیؐ میں گزرے عمر میری سر بسر
سید عبدالباسطؒ صاحب عطا کے واسطے

سید محمود کا صدقہ مجھے عرفان دے
سید عبداللہ کے صدقے رکھ ثنا کے واسطے

حضرت سید عنایت اللہ کا رکھ مجھ کو غلام
باب رحمت کھول دے اپنا گدا کے واسطے

سرخرو رکھ حافظ احمد کے طفیل
حضرت عبدالصبورؒ مقتدا کے واسطے

کر کرم یا رب جناب گل محمد کے طفیل
حضرت عبدالمجید بے ریا کے واسطے

آرزو پوری ہو میری صدقہ عبدالعزیز
خواجہ سلطان ملوک بادشاہ کے واسطے

شاہ نظام الدین کے صدقے بچا غم سے مجھے
دے خوشی خواجہ قاسم امام اولیا کے واسطے

یا الٰہی دو جہاں میں روشنی ایمان کی
دے محمد بخش میرے پیشوا کے واسطے

رحم کر مجھ پر، یا رب مشکلیں آسان کر
حضرت خواجہ محمد عارف حسین رہنما کے واسطے

کھول دے دل کی کلی اے پروردگار
حضرت خواجہ سرور سلطان پیشوا کے واسطے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۷۴۔ مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

خدایا دور سب آزاد کر دے   سراپا مجھ کو اطوار کر دے
بحق مصطفےٰؐ سن التجائیں   مرا دل مخزن انوار کر دے
بحق حضرت صدیقؓ و سلمانؓ   کرم مجھ پر تو بخشہار کر دے
بحق قاسمؒ و جعفرؒ خدایا   بچا غفلت سے ، دل بیدار کر دے
بحق بایزیدؒ عالم بنا دے   بحق بوالحسن دیں دار کر دے
بحق خواجہ قاسمؒ شیخ ملت   جہاں میں فقر کا مختار کر دے
بحق بو علیؒ و یوسف ہمداں   مجھے شیطان سے ہشیار کر دے
بحق خواجہ عبدالخالق صاحب   نگاہ فقر کو تلوار کر دے
بحق خواجہ عارف اور محمود   مجھے توحید سے سرشار کر دے
بحق بو علی ، بابا سماجی   نصیب اپنا مجھے دیدار کر دے
بحق میر کلال زندہ دل رکھ   غلام سید ابرار کر دے
بحق شاہ بہاوالدین خواجہ   نبیؐ کے عشق میں بیمار کر دے
بحق شاہ علاؤالدین یا رب   مجھے خاک در سرکار کر دے
بحق حضرت یعقوب چرخی   مجھے دنیا میں خوش اطوار کر دے
بحق شاہ عبیداللہ احرار   مجھے ہر رنج سے احرار کر دے
بحق خواجہ زاہد اور محمد درویش   تمنائیں مری گلزار کر دے
بحق خواجہ امکنگی ، الٰہی   مرا برکت سے پُر گھر بار کر دے
بحق باقی باللہ خواجہ   میں ادنیٰ ہوں مجھے سردار کر دے

بحق شاہ مجدد الف ثانی   عطا عرفان کے اسرار کر دے
بحق شاہ حسین اے خالق کل   بہشتوں کا مجھے حقدار کر دے
بحق سیّد عبدالقادر احمد   غموں سے مری کشتی پار کر دے
بحق حضرت محمود خواجہ   محبت کا علمبر دار کر دے
بحق سید عبداللہ یارب   جہالت سے مجھے بیزار کر دے
بحق شاہ عنایت اللہ مرشد   مری ہستی گل و گلزار کر دے
بحق حافظ احمد زندگی میں   مجھے یا رب سکوں آثار کر دے
بحق عبدالصبور اے مالک الملک   مجھے خاک در اخیار کر دے
بحق گل محمد پیر کامل   مولا مجھے خود دار کر دے
بحق عبدالمجید اے سب کے داتا   عنایت کی نظر یکبار کر دے
بحق عبدالعزیز قطب عالم   مرے رستے سے دور اب خار کر دے
بحق سلطان ملوک اے وارث کل   سدا روشن مرے افکار کر دے
بحق شاہ نظام الدین عالی   مجھے علم و عمل کا یار کر دے
بحق خواجہ قاسم الٰہی   مجھے تو صاحب اذکار کر دے
محمد بخش خواجہ کے واسطے   نصیب اپنا مجھے دیدار کر دے
طفیل حضرت خواجہ عارف   دل مرا پُر انوار کر دے
بحق حضرت خواجہ سرور سلطان   مجھے صاحب اسرار کر دے

۱۷۵۔ بیعت وطریقت

بیعت کا مطلب فروخت کرنا۔ بیچنا، تصوف کی اصطلاح میں مرشد کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کی عبادات اور احکامات پر عمل کرنا اور اپنی ہر خواہش کو ختم کرنے کا عہد کرنا گویا مرشد کامل یا پیر کے ہاتھ پر اپنے آپ کو فروخت کرنے کا نام بیعت ہے۔اس کے بعد پیر کی باتوں پر یقین کرنا مرید پر لازم ہو جاتا ہے۔ موجودہ دنیانے اگرچہ بہت ترقی کی ہے۔ لیکن روحانی اور دلی سکون کسی کو میسر نہیں۔ یہی روحانی سکون حاصل کرنے کے لئے مرید اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وظائف کرنے کے لئے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ انسانی روح کی پرورش کسی مرد کامل کا ہاتھ تھامے بغیر مشکل ہے۔ بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنا صراطِ مستقیم ہے۔ اولیائے کرام روحانی معالجین ہیں۔ جس طرح کسی ظاہری بیماری کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ اسی طرح روحانی اور قلبی بیماریوں کے علاج کے لئے مرشد کامل کی خدمت میں حاضری دینا پڑتی ہے۔طبیب انسان کی نبض دیکھ کر مرض کو معلوم کرتا ہے۔اسی طرح ایک ولی اللہ بھی اپنے عرفان اور کشف سے سب معلوم کر لیتا ہے۔اللہ والوں نے اپنے دلوں کو ذکرحق سے اس قدر صاف وشفاف کیا ہوتا ہے کہ وہ اسرا و رموز کا مظہر بن جاتا ہے۔ جو دل گناہوں کی گرد سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں غیبی نقش خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور ایسے روشن ضمیر لوگوں کی نظریں لوح محفوظ تک جا پہنچتی ہیں۔ بیعت ہونے کے بعد اس کی ہر بات پر یقین کرنا چاہیئے۔ اور شریعت وطریقت میں پیر کامل کی پیروی کرنا چاہیئے۔ جو مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔وہ اللہ اور اس کے رسول کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ

فرماتے ہیں کہ شریعت میرے قول اور طریقت میرے فعل اور حقیقت میرے حال اور معرفت میرے بھید کے پالینے کا نام ہے تزکیہ نفس یا مجاہدہ میں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے مرشد کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ غرور، تکبر، نخوت، عجب، ریا، حرص، طمع، شہوت طلب جاہ وغیرہ بدترین امراض ہیں۔ جو انسان کو روحانیت حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ ان امراض سے پاک وصاف ہونا اور نماز کو اللہ کی طرف خاص توجہ کے ساتھ ادا کرنا شیخ کامل کی تربیت کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ مرشد ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کے علاج کی مہارت رکھتا ہے۔ یہ مہارت علم ظاہر کے حاصل کرنے اور کتابوں کا ڈھیر اٹھالینے سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نفس امارہ اور شیطان کا دھوکہ اور چھپے ہوئے فریبوں سے بعض بڑے بڑے فقہ وحدیث کے علما بھی محفوظ نہیں رہے۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری کیا کہ ایک فیض دیتا ہے۔ اور دوسرا حاصل کرتا ہے۔ جیسے انبیا علیہم السلام اور ان کے جانشین کی تربیت کا سلسلہ اسی طرح یہ سلسہ قیامت تک جاری رہے گا اور یہ قانون قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دوسرے کی تربیت کے بغیر اعلیٰ مقامات پر ترقی نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ کوئی شخص تربیت شیخ کے بغیر منازل سلوک طے نہیں کرسکتا۔ مرید کو مرشد کی خدمت وضرورت سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک منزل مقصود پر نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ رسم و عادات کے خود ساختہ اسلام کو چھوڑنا، حقیقت کی جانب آنا اور تعصب سے پاک ہونا، بدظنی اور سنی سنائی منکرین کی بے ہودہ باتوں سے محفوظ رہنا سوائے شیخ کامل کی تربیت کے ممکن ہی نہیں۔

۱۷۶۔ محبت و عشق

سب کاموں سے بہتر اور کامیاب بنا دینے والی چیز محبت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان کسی میدان میں کامیاب نہیں سکتا۔ گویا وہ ایک نشہ ہے۔ جو محبوب کے مشاہدہ کے بغیر نہیں اترتا۔ اور محبوب کی محبت دیوانگی یعنی عشق پیدا کرتی ہے۔ جس کا علاج جمال محبوب کے سوا نہیں ہوسکتا۔ اور محبت میں وفا، ادب اور مروت کو قائم رکھے۔ مرید کو اپنے مرشد کامل سے انتہائی محبت ہوگی تو پھر منزل مقصود کی امید کر سکتا ہے۔ بعض اللہ والوں نے لکھا ہے کہ شیخ کی محبت اگرچہ مجازی ہوتی ہے۔ مگر یہی مجاز حقیقت کی سیڑھی ہے۔ اسی سے حقیقت کے بھید اور راہیں کھلتی ہیں۔ اور جب انسان اپنے شیخ کامل کی محبت میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو پھر حقیقی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اور اپنے اللہ کو حاصل کرتا ہے۔ اور حقیقی محبت کے نشہ میں ڈوبا رہتا ہے۔ محبت اور عشق سے آدمی پہلے فنافی الشیخ کا درجہ حاصل کرتا ہے اور اس کے بعد فنافی الرسول اور فنافی اللہ کا اور اس بات کا خوف دل میں رکھے کہ کہیں مرشد کی بے ادبی نہ ہوجائے۔ اور وفا کرنے میں فرق نہ آئے۔ یہ بات یاد رہے کہ مرشد کامل اپنے مرید کا امتحان ضرور کرتے ہیں۔ اللہ سے ہر وقت دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس امتحان میں کامیاب کرے۔ کیونکہ جو مرید اپنے پیر کی آزمائش سے ناکام ہوگیا۔ منزل کو نہیں پاسکتا۔ بعض لوگ نفسانی اور حیوانی کو عشق مجازی کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ عشق مجازی مرشد کی محبت ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت حقیقی ہوتی ہے۔

۱۷۷۔ ضرورت مرشد اور تصور شیخ

شروع میں اللہ کے ذکر میں دل لگانا اور بے نشان دوڑ کر منزل کو پانا مشکل ہوتا ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ میری راہ میں کیا کیا خطرات ہیں۔ اور ان میں اس کے لیے مفید اور غیر مفید کون کون سی چیزیں ہیں۔ لہذا اس کے بہک جانے اور دل چھوڑ جانے کے خیال سے بزرگان دین بیعت کے بعد تصور شیخ کی بھی تلقین کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ مرید جس وقت ذکر کرنے بیٹھے۔ اس وقت مرشد کی صورت کو اپنے سامنے خیال کرے۔ اس سے وہ شیطان کے وسوسے اور نفس کے خطرات سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ شیطان ذکر کرتے وقت دل میں برے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ اور نفس امارہ کا بھی یہی حال ہے۔ تصور پیر کامل آدمی کو یکسوئی کے لیے تجلی گاہ کا کام دیتا ہے۔ اور اس طریقہ سے مرید کو بہت ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مرشد کامل کی ضرورت اسی لئے لازمی سمجھی جاتی ہے۔

۱۷۸۔ مراقبہ

مراقبہ کا معنی ہے۔ انتظار کرنا۔ مگر اعمال تصوف یا اصطلاح فقراء میں گردن جھکا کر قلبی نورانی کوائف کے منتظر ہونے کا نام ہے۔ اور بعض علماء نے اس کے معنی ایک دوسرے کو دیکھنے اور توجہ قلبی کو رقیب کی جانب ٹھہرنے کے بھی کئے ہیں۔ رقیب اللہ کریم کے ناموں سے ایک نام بھی ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ مراقبہ اسی قلبی حالت کا نام ہے۔ جو ایک قسم کی معرفت ہے۔ اور اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء میں اور کچھ قلب میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ حالت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول یہ کہ ہر وقت رقیب قلب کو تاکنا۔ اور اس کی طرف مشغول و متوجہ

رہنا۔ اور ہمیشہ اسی کو ملاحظہ کرتا ہے دوم یہ کہ کسی لفظ یا آیت قرآنی یا کسی واقعہ کا خیال، تصور اور توجہ کو متوجہ کرنا کہ وہی حالت اس کے قلب پر طاری ہو جائے۔ اور وہ خود معنیٰ بن جائے۔ اور اپنی خبر بھی نہ رہے۔ اور گردن جھکا کر دل میں دیکھنے سے باطن اور چھپی ہوئی باتوں کا کشف ہو جاتا ہے۔ مراقبہ میں ذکر کرنے سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

۱۷۹۔ والدہ کے مرید ہونے واقعہ

مصنف کی والدہ نے بیان کیا کہ بعض اوقات سوچتی تھی کہ کسی مرشد کی مرید ہو جاؤں۔ ایک دفعہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے مزار پر گئی اور ذکر کرتے ہوئے اونگھ آ گئی۔ اونگھنے کی حالت میں دیکھا کہ حضرت میاں صاحب کے مزار کے سامنے کی سڑک پر لکھن شریف والے پیر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب اپنے مریدین کے گروہ کو بلند آواز سے ذکر کرا رہے ہیں۔ اشارہ ہوا کہ ان کی مرید ہو جاؤ۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت خواجہ محمد بخش صاحب شرقپور میں میرے والد حکیم عمر الدین کے گھر میں تشریف لائے تو میں وہاں ان کی مرید ہو گئی۔

مصنف کی والدہ کو حضرت صاحب سے ہمیشہ عقیدت رہی ہے۔ اور میں بچپن ہی سے لکھن شریف میں حاضری دیتا تھا۔ والدہ کے پاس حضرت صاحب کی فوٹو تھی۔ اور ہمیشہ فوٹو سے آپ کی زیارت کرتا۔ والدہ مجھے بچپن ہی سے آپ کے حالات سناتی رہتی۔ اور آپ کی تعریف میں یہ شعر پڑھتی۔

پانی پیتا پن کے
مرشد پھڑیا چن کے

اور کبھی یہ شعر پڑھتی:

پیر لکھن شریف والیا!
توں ڈوبیاں بیڑیاں تاریاں نے
ساڈی وری کیوں دیراں لایاں نے

اور کبھی یہ شعر پڑھتی:۔

کہو لا الہ الا اللہ بنا مرشد کلمہ چلدا نئیں
بنا تیل دیوا بلدا نئیں۔ کہو لا الہ الا اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۸۰۔حضرت غوث زماں خواجہ محمد بخش صاحب کا شجرہ نسب (خاندانی)

۱۔حضرت آدم علیہ السلام
۲۔حضرت شیث علیہ السلام
۳۔حضرت ادریس علیہ السلام
۴۔متوشلخ
۵۔لمک
۶۔حضرت نوح علیہ السلام
۷۔انوش
۸۔حضرت شام
۹۔قالج
۱۰۔ارحوس
۱۱۔شخور
۱۲۔نخور
۱۳۔تارخ
۱۴۔حضرت ابراہیم علیہ السلام
۱۵۔حضرت اسماعیل علیہ السلام
۱۶۔قبہ
۱۷۔جعفل
۱۸۔سلیمان
۱۹۔غامس
۲۰۔شبعت
۲۱۔لقب
۲۲۔ضرب
۲۳۔ہمیشہ
۲۴۔سیقی
۲۵۔عذا
۲۶۔عدنان
۲۷۔معد
۲۸۔نظر
۲۹۔مضر
۳۰۔الیاس
۳۱۔مدرکتہ
۳۲۔حریبہ

۳۳۔کناحتہ
۳۴۔نضر
۳۵۔مالک
۳۶۔قہر
۳۷۔غالب
۳۸۔لوئی
۳۹۔کعب
۴۰۔مرہ
۴۱۔کلاب
۴۲۔قصیٰ
۴۳۔حضرت عبدالمناف
۴۴۔حضرت ہاشم
۴۵۔حضر عبدالمطلب
۴۶۔حضرت ابوطالب
۴۷۔حضرت علی علیہ السلام
۴۸۔حضرت امام حنیفؒ
۴۹۔عباس علی شاہ
۵۰۔ناصر علی شاہ
۵۱۔دادن علی شاہ
۵۲۔ابن شاہ
۵۳۔قطب شاہ
۵۴۔کھوکھر
۵۵۔ویر
۵۶۔جمشید
۵۷۔بیومان
۵۸۔تاج دین
۵۹۔صادق علی
۶۰۔کرامت علی
۶۱۔محمد علی
۶۲۔نوازش علی
۶۳۔ناصر علی
۶۴۔بجیوار خان
۶۵۔کریم بخش
۶۶۔ملک بلند خاں
۶۷۔خواجہ محمد بخش
۶۸۔خواجہ محمد عارف حسین
۶۹۔خواجہ سرور سلطان

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا شجرہ طریقت (نقشبندی مجددی)

۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

۳۔ حضرت سلمان فارسیؓ

۴۔ حضرت محمد قاسمؒ

۵۔ حضرت امام جعفر صادقؒ

۶۔ حضرت بایزید بسطامی

۷۔ حضرت ابوالحسن خرقانی

۸۔ حضرت محمد قاسم گورگانی

۹۔ حضرت بوعلی

۱۰۔ خواجہ محمد یوسف

۱۱۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی

۱۲۔ خواجہ محمد عارف حسین

۱۳۔ خواجہ محمود

۱۴۔ حضرت بوعلی رامتی

۱۵۔ حضرت بابا سماسی

۱۶۔ حضرت میر کلال

۱۷۔ شاہ بہاؤالدین

۱۸۔ شاہ علاؤالدین

۱۹۔ حضرت محمد یعقوب چرخی

۲۰۔ شاہ عبیداللہ

۲۱۔ خواجہ محمد زاہد

۲۲۔ خواجہ محمد درویش

۲۳۔ خواجہ امکنگی

۲۴۔ حضرت باقی باللہ

۲۵۔ حضرت مجدد الف ثانی

۲۶۔ حضرت سیّد شاہ حسین

۲۷۔ حضرت خواجہ عبدالباسط

۲۸۔ سیّد عبدالقادر احمد

۲۹۔ سیّد محمود

۳۰۔ سیّد عبداللہ

۳۱۔ سیّد عنایت اللہ

۳۲۔ خواجہ حافظ احمد

۳۳۔ خواجہ عبدالصبور

۳۴۔ خواجہ گل محمد

۳۵۔ خواجہ عبدالمجید

۳۶۔ خواجہ عبدالعزیز

۳۷۔ خواجہ سلطان محمد ملوک

۳۸۔ خواجہ نظام الدین

۳۹۔ حضرت خواجہ محمد قاسم

۴۰۔ حضرت خواجہ محمد بخش

۴۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف حسین

۴۲۔ حضرت خواجہ سرور سلطان

حصہ دوم

حضرت خواجہ محمد عارف حسین کے حالات

آپ کے بہت سے حالات کنز الہدایت کتاب کے حصہ دوم میں درج کیے گئے ہیں۔ اب مزید کچھ واقعات ''گلزار طریقت'' میں بھی درج کیے جا رہے ہیں۔ یہ کتاب 1980ء میں طبع کی گئی تھی اور اب دوسرا ایڈیشن 2009ء میں ترمیم واضافہ کے ساتھ طبع کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر خلیل احمد خلیل
A-128/6 افضل سٹریٹ
ندیم شہید روڈ سمن آباد لاہور
10 اپریل 2009ء
042-7521687
0322-4268338

خصوصی توجہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مصنف حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ دربار شریف میں یہ بیان فرما رہے تھے کہ جن کا ہم پر بھروسہ ہے ہمیں بھی اُن کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ والوں پر بھروسہ بھی گویا کہ اللہ پر ہی بھروسہ ہوتا ہے۔

حاضری

صوفی لیاقت صاحب خادم دربار لکھن شریف نے بیان کیا کہ ایک دفعہ پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد عارف حسین صاحب دربار شریف میں بیان فرما رہے تھے کہ جب مرید وظائف پڑھ رہے ہوتے ہیں اور ہمارے بتائے ہوئے الفاظ میں اللہ کا ذکر اور درود شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ اور ہم خود بھی وہاں ہی ہوتے ہیں۔

دیسی نسخہ جات

حضرت خواجہ محمد عارف حسین صاحب مخلوق خدا کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ عام لوگوں کو اکثر کچھ نہ کچھ ادویات بھی بتاتے رہتے تھے۔ اور خواتین کو اکثر یہ نسخہ استعمال کراتے تھے:

نسخہ اٹھرا

فلفل سیاہ 5 تولے۔ چاکسو 1 تولہ۔ کچور 1 تولہ۔ جنگ ہلیلہ 1 تولہ۔ مصبر سیاہ 1 تولہ۔ سہاگہ سفید 1 تولہ۔ سونچر نمک 1 تولہ۔ پدسک 1 تولہ۔ دیسی اجوائن 1 تولہ۔ الائچی سبز 1 تولہ۔ پھل سوہانجنا یا گودہ 1 تولہ۔ گودہ تمبہ

1 تولہ۔ شہد حسب ضرورت۔ تمام اشیاء کوٹ چھان کر مثل دانہ چنے گولیاں صبح نہار منہ اور رات سوتے وقت کھانا کھانے کے بعد استعمال کریں۔

اور ساتھ ہی یہ نسخہ بھی استعمال کرواتے تھے۔

کالی مرچ۔ اجوائن دیسی۔ الائچی خورد۔ برابر وزن تیس تیس گرام 30 اور بعض لوگوں کو نسخہ مصفی خون بھی استعمال کرواتے تھے۔

نسخہ مصفی خون (عرق) از حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب

چورائتہ۔ کریٹہ۔ منڈی بوٹی۔ شاہترہ۔ اناب۔ کرنجوہ۔ کاسنی جڑ۔ سونف جڑ۔ سرکنڈا جڑ۔ کھبل گھاس۔ تمہ جڑ۔ برگ نیم (ہم وزن پچاس پچاس گرام)

روحانیت کا سرچشمہ

حضور نبی کریم ﷺ روحانیت کا سرچشمہ ہیں۔ آپ لوگوں کی اصلاح کیلئے قرآن پاک کی تعلیم دیتے۔ اور ان کو حکمت و دانائی اور تزکیہ نفس کی تعلیم دینے اور ان کی روح کو پاک کرتے اور نور سے بھر دیتے۔

قرآن پاک میں ہے: ویُعلّمھم الکتٰب والحکمة ویُزکیھم ○ آپ نے صحابہ کرامؓ کی بے مثال تعلیم و تربیت فرمائی۔ لوگوں کی روح کو پاک کرنا یعنی تزکیہ نفس کرنا اور شیطانی وسوسوں سے بچانا لوگوں کے اندرونی خیالات اور غلط دماغی سوچوں سے بچانا۔ نبوت کا خاص کارنامہ ہے۔ نبوت کا یہ سلسلہ ختم ہونے کے بعد علمائے کرام اور اولیائے کرام کے سپرد ہوا۔ علمائے کرام ظاہری تعلیم دے سکتے ہیں اور تبلیغ کر سکتے ہیں۔ لیکن حکمت اور تزکیہ نفس کا کام نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو شیطانی خیالات سے بچانا ان کی درست تربیت کر کے راہ راست پر لانا اور خاص توجہ کر کے 24 گھنٹے اللہ کے ذکر کی طرف مائل کرنا اور ان میں نور بھرنا صرف اور صرف اولیائے کرام کا کام ہے۔ علمائے کرام تو صرف ظاہری رسم و رواج کے اسلام کو بتاتے ہیں اور اس تبلیغ کا اثر بہت کم لوگوں پر ہوتا ہے اور اولیائے کرام کی خاص توجہ سے سینکڑوں لوگوں کے دل بدل جاتے ہیں اور دن رات اللہ کے ذکر پر مائل ہو جاتے ہیں۔ اولیائے کرام اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

اِتقوا بفراسة المؤمن اِنّہٗ ینظُر بنورِ اللہ

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جب اس درجہ پر اولیائے کرام پہنچتے ہیں تو ان کی توجہ لوگوں کے دلوں پر

ہوتی ہے اور سب حالات ان پر منکشف ہوتے رہتے ہیں اور ان کو استخارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دن رات ذکر کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے ان کا استخارہ ہر وقت ہوتا ہے اور اس حالات میں ان کی نماز دل کی نماز ہوتی ہے۔ ایک حدیث میری نظر سے گزری ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اصل نماز تو دل کی نماز ہے۔ ہر شخص دل کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ یہ خاص لوگوں کا کارنامہ ہے۔ کیونکہ خاص لوگ ظاہری نماز بھی پڑھتے ہیں اور دل کی نماز بھی۔ اولیائے کرام کا یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ اولیائے کرام اپنے خلفاء بناتے ہیں، اُن کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے۔ کیونکہ کوئی پیر اپنے مرشد کے بغیر نہیں بن سکتا۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر
کے شود بے شیر مسکہ، کے شود بے پیر پیر

ترجمہ: باطن کا علم مکھن کی طرح ہے اور ظاہری علم دودھ کی طرح۔ جس طرح مکھن دودھ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اسی طرح پیر اپنے مرشد کے بغیر نہیں بن سکتا۔

اپنے مرشد کی تربیت کے بغیر کوئی روحانی ترقی حاصل نہیں ہوسکتی۔ روحانی ترقی کا مطلب یہ ہے۔ کہ انکی روح نور سے منور ہوجاتی ہے۔ اور اس نور سے اپنے رب کی پہچان ہوجاتی ہے۔ چونکہ اللہ خود نور ہے۔ اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ اللہ نور السّمٰوات وَالاَرض لوگ اس نور سے اپنے رب کو دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ یہ صرف اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کے بارے میں ایک جگہ پڑھا۔ کہ انکو سو (100) مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرمؐ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ اور انکو دنیا

کے غم اور فکر نہیں ہوتے اور انکو فکر معاش نہیں ہوتا۔ اَلَااِنَّ اَولیاءَ اللہ لا خوف عَلَیھِم وَلَا ھُم یحزَنُون۔

ایسے لوگوں کو صراط مستقیم حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ قرآن پاک میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور نیک لوگ بھی سیدھے راستہ پر ہیں۔ وہ ہر وقت ہر روز اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریمؐ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ہدایات لیتے ہیں۔

اَولیاءَ اللہ ظاہری طور پر عام بندوں کی طرح چلتے پھرتے نظر آتے ہیں لیکن انکی روح نور سے روشن ہوتی ہے۔ انکے قریب بیٹھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا یاد آرہا ہے۔ طبعیت اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہونے لگتی ہے۔ اور طبعیت وجدانی ہونے لگتی ہے۔

اور روحانی ترقی حاصل کرنے کیلئے مرشد کامل کے پاس اکثر حاضر ہونا چاہئے۔ تب ہی روح روشن ہوجائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوجائے گی۔ قرآن پاک میں لکھا ہے۔ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ تزکیہ نفس یعنی اپنے نفس کو پاک کرنے سے ہی اور شیطانی خیالات، مکروفریب۔ اور غلط کاریوں سے اپنے آپ کو بچانا اولیائے کرام کے بغیر ناممکن ہے۔ اور یہ صرف علماء کی تبلیغ سے بھی نہیں ہوسکتا۔ چونکہ علماء میں دل کو بدلنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے اللہ سے ملا دیتے ہیں

اللہ والے لوگوں کے دلوں پر نظر رکھتے ہیں۔ انکی روحانی امراض کی تشخیص کرتے ہیں۔ اور انکا علاج بھی کرتے ہیں۔ حرام غذا سے پرہیز خود بھی

کرتے ہیں اور مریدین کو تلقین کرتے ہیں۔ مکر وفریب اور غلط کاریوں سے بچا کر انکی روح اور نفس کو پاک کرتے ہیں۔ اور اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ اور مریدین کے دل کو بدل دیتے ہیں۔ اور انکو اللہ کی پہچان کرا دیتے ہیں۔ اور وہ اللہ کی تجلیات کا نظارہ کرتے ہیں اور مرید کے سامنے مرشد کامل کا ہر وقت تصور ہوتا ہے۔ اور اللہ کا ذکر کرتے کرتے وہ فنافی الشیخ ہو جاتے ہیں۔ جب یہ درجہ حاصل ہو جائے تو پھر فنافی الرسول اور اسکے بعد فنافی اللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے انکی ہر رگ میں اللہ ہی اللہ سما جاتا ہے۔ پھر زیادہ عبادت ہو جانے پر اللہ اپنے بندوں کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ کام کرتے ہیں۔ پھر آنکھیں بن جاتا ہے۔ جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ پھر انکے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے۔ پھر انکی زبان بن جاتا ہے۔ جس سے وہ بولتے ہیں۔ اس وقت وہ سراپا نور ہوتا ہے۔ خواہ ظاہری طور پر وہ بندہ ہی نظر آتا ہو۔

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میں تیری طرح ہو جاؤں تو میری طرح ہو جا۔ میں جان بن جاؤں تو میرا جسم بن جا۔ تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہے۔ میں کوئی دوسرا ہوں تو دوسرا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔ اپنی سوچوں کو پانی کے قطروں سے زیادہ شفاف رکھو۔ کیونکہ جس طرح قطروں سے دریا بنتا ہے۔ اسی طرح سوچوں سے ایمان بنتا ہے۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔ کہ ایک لمحہ کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ذکر سے فکر کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ اولیاء اللہ یہی کام کرتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں پر توجہ کرتے ہیں۔ اگر لوگوں کے دل و دماغ میں خیالات نیک ہوں تو ٹھیک ورنہ غلط خیالات سے خبردار کر دیتے ہیں۔ انکی سوچوں کو پاک

کرتے ہیں۔ انکے ایمان کو مضبوط بناتے ہیں۔ اگر وہ عبادت تھوڑی بھی کریں تو وہ قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ غلط کاریوں اور بے ایمانی کے ساتھ عبادت کوئی نفع نہیں دیتی۔ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جب دل و دماغ کی سوچوں میں اللہ ہی اللہ سما جائے۔ تو یہ بات یقینی ہو جاتی ہے۔

عجب کیا تیری یاد نے مجھے آستایا نماز میں
میرے وہ بھی سجدے ادا ہوئے جو قضا ہوئے تھے نماز میں

جب اولیاء اللہ کا دل خدا کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اللہ کی حضوری میں ہوتے ہیں۔ انکو ریا کاری کی نمازوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چونکہ ظاہری عبادات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انکو خدا حاصل ہو جائے۔ اگر یہ مقصد پورا ہوتا ہے تو وہ جنت کی خواہش نہیں کرتے۔ کیونکہ جب اللہ ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو کیا جنت ان کو نہیں مل سکتی انکی خواہش ہر وقت یہ ہوتی ہے۔ کہ انکو خدا ملنا چاہیئے۔ خواہ وہ جنت میں ملے یا کسی اور جگہ پر کسی آرام میں ملے یا کسی مشکل میں۔

میں جنت نوں کوڑی تو ویچاں جتھے تو نظر نہ آویں انکے نزدیک جنت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ کیونکہ انکو جنت میں بھی خدا نظر نہ آئے تو وہ جنت کو بھی چھوڑ دیتے ہیں وہ روحانیت کے اعلیٰ درجات پر ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت اللہ کے دیدار میں رہتے ہیں۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

جنات کا سایہ دور کرنا

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحب کی خدمت میں مولف ایک دفعہ حاضر ہوا۔ شرقپور شریف سے لکھن شریف میں روضہ مبارک پر لکھائی کیلئے ایک کاتب پینٹر محمد طفیل ہمدرد کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تھا۔ ہم دونوں نے دیکھا کہ فیصل آباد کی طرف سے ایک آدمی اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آیا ہوا تھا۔ جوان لڑکے کو جن کا سایہ تھا۔ روضہ مبارک پر بیٹھا ہوا زور زور سے آوازیں لگا رہا تھا۔ جو سامنے آئے گا جلا کر راکھ کر دوں گا، تباہ کر دوں گا۔ حضرت پیر صاحب نے مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ۔ آپ نے کلام پڑھ کر تین پھونکیں ماریں دم کیا۔ جن اُس میں سے نکل گیا اور اس کا سایہ ختم ہوگیا۔ زور زور سے شور کرنے والا اور بکواس کرنے والا آسیب زدہ ہم دونوں کے سامنے درست ہو کر بیٹھ گیا۔

دعا کی قبولیت

ایک دفعہ مؤلف حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ فرما رہے تھے۔ کہ اولیاء اللہ کی اولاد کی سات پشتوں تک دعا قبول ہوتی ہے۔ خواہ وہ معمولی عبادت کریں اور صرف نماز ہی پڑھ لیں۔

دربار لکھن شریف

روضے دا منظر (پنجابی زبان میں)

کتنا سوہنا ایں روضے دا منظر سبحان اللہ سبحان اللہ
تک تک کے رجدی میری نظر سبحان اللہ سبحان اللہ

ڈوروں روضہ چمکاں مار دا اے رج رج کے سینہ ٹھار دا اے
ایتھوں مل دا اے چین قرار صبر سبحان اللہ سبحان اللہ

ایہ روضہ اُچی ہستی دا ایہ روضہ شان اے بستی دا
ویکھو ولی دی روشن جگ تے قبر سبحان اللہ سبحان اللہ

تکو اس دی شیشہ کاری نوں نالے سوہنی شعر نگاری نوں
ویکھو والاں تے ہُندا خوب اثر سبحان اللہ سبحان اللہ

سب ایہ محنت عارف حسین دی اے سوہنے دے نور العین دی اے
ایہ خدمت اے غوری لائق قدر سبحان اللہ سبحان اللہ

از خدا بخش غوری گڑھی شاہو لاہور

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کا روضہ مبارک

(پنجابی نظم)

اج بڑا سہانا منظر جے ، بڑا چمکدا روضہ انور جے
اُچی عظمت اللہ اکبر جے ، اُہدیاں رحمتاں جھڑیاں لایاں نے

اج آئے دیوانے خواجہ دے ، بیٹھے مستانے خواجہ دے
آئے یاد زمانے خواجہ دے ، کیویں کیتیاں خوب کمایاں نے

لکھاں سلام اُس ہستی نوں ، جنھیں رنگ لایا اے بستی نوں
لکھن کے توں لکھن شریف ہویا ، اج جگ تے شہرتاں پایاں نے

اج گونجاں پین درود دیاں ، نُوری محفلاں ذکر پاک دیاں
کلمے دا ذکر سبحان اللہ ، اہ طبیعتاں وچ رچایا نے

یا خواجہ خواجہ جی ، اک نوری جھلک وکھا جا جی
تہاڈا چہرہ انور ویکھن نوں ، میں ہر دم تاہنگاں لایاں نے

تہاڈے در تے غوری آیا جے ، تہاڈے ول نظراں کیتیاں نے
پاہنڈا دل دا خالی بھر دینا ، غوری کیتیاں آن گدایاں نے

از خدا بخش غوری گڑھی شاہو لاہور

توسّل کا شرعی مفہوم

يا ايها الذين آمنو ا اتقوا الله و ابتغوا اليه الوسيلة

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

توسل یا وسیلہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے دو مفہوم ہیں۔

(الف) توسل یا وسیلہ اس ذات ، صفت یا شے کو کہتے ہیں جس کی وساطت سے کچھ ایسے فیوض و فوائد اور برکات و منافع حاصل ہو جائیں جو پہلے حاصل نہیں تھے مثلاً طاعت و عبادت ، دعاؤ مناجات یا کسی مقبول بارگاہ شخص کی توجہ و عنایت دعا و برکت یا اس ذات کے خصوصی فیضان یا تصرف و اعانت یا کسی متبرک شے کی برکت سے۔ کسی کو نعمت علم ، توفیق عمل ، آسودگی ، خوشحالی ، گھر میں خیرو برکت رزق کی فراوانی ، مال و اولاد ، صحت و عافیت ، کسی مشکل سے نجات مل جائے یا قحط کے دنوں میں بارش یا بے چارگی کے وقت چارہ گری اور کامیابی نصیب ہو جائے ، یا مردہ دل بینا و بیداری میں بدل جائے۔ سینہ نور معرفت کا گنجینہ بن جائے قرب ربانی کا خزانہ ہاتھ آجائے اہل روحانیت اور فرشتوں کی صحبت میسر آجائے یا بہشت بریں میں یقینی داخلے کی بشارت مل جائے یا اسی نوع کی دیگر مادی یا غیر مادی نعمتیں حاصل ہو جائیں۔

(ب) توسل یا وسیلہ کا دوسرا مفہوم یہ کہ کوئی شخص بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ بار الٰہی تیرے محبوب بندوں کا وسیلہ پیش کرتا ہوں مجھے دین و دنیا کی نعمتوں سے نواز ، ظاہری اور باطنی دشمنوں پر فتح عطا فرما۔ ایسی نظر دے جو تجھے

تلاش کرے اور ایسا دل دے جو تجھے پاکر ہی قرار پائے۔

توسل کے یہ دونوں مفہوم قرآن وسنت سے ثابت ہیں اہل علم واصحاب طریقت کا باقاعدہ ان پر عمل رہا ہے۔ اور یہ عمل حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک جاری وساری ہے۔ اور جو سعادت مند پختہ یقین اور صاف نیت ہیں وہ آج بھی اس سے فیض پاتے ہیں اور خیرات وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

توسل کا لغوی مفہوم

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑی ہی سخی، فیاض اور مسکین نواز تھیں اور خاص طور پر غریبوں کے ہمدرد نبی کی قرابت نے آپ کو حد درجہ ایثار پسند اور غریب پرور اور دل غنی بنا دیا تھا۔ جو کچھ آتا بے دریغ لٹا دیتیں اور غربا ومساکین کی خدمت وامداد کر کے بے حد خوش ہوتیں۔

آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کو بہت ہی عزیز اور پیارے تھے ان پر بے انتہا شفقت فرماتیں اسی شفقت ومحبت کی وجہ سے آپ کی کنیت ام عبداللہ مشہور ہوگئی تھی۔

حضرت مروہ رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔

کان عبداللہ بن العزبیر احب البشر الی عائشہ رضی اللہ عنہا بعد النبی ﷺ وابی بکر و کان ابر الناس بھا

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھے۔ وہ بھی آپ کے بے حد نیاز مند اور فرمانبردار تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی عظیم خالہ جان کی طبع سخا پیشہ اور خوئے جودوکرم سے خوب آگاہ تھے انہیں پتہ تھا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ غریبوں اور ناداروں کی ملکیت ہوتا ہے لہٰذا اسی مد میں حضرت عبداللہ نے اپنی کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے کسی سے یہ کہہ دیا کہ میں اپنی خالہ جان کو سمجھاؤں گا کہ اتنا خرچ نہ فرمایا کریں اور اگر اتنی فیاضی سے خرچ کرنا ہو تو کم از کم اپنے لئے بھی کچھ رکھ لیا کریں تا کہ کسی آڑے وقت میں کام آئے۔

ادھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مبارک کانوں تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ کو بے حد دکھ ہوا۔ آپ کی معدن کرم اور بحر سخاوت فطرت نے اس بے معنی تنقید کو پسند نہ فرمایا، عزیز بھانجے کی یہ بات طبیعت مبارک پر نہایت گراں گزری اسی وقت قسم اٹھا کر فرمایا کہ آئندہ اس شخص سے بات نہیں کروں گی۔ ابن زبیر کو جب اپنی خالہ جان کی بے حد ناراضگی کا علم ہوا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اپنے کہے پر نادم لرزاں ترساں انتہائی شرمندگی اور ندامت کی حالت میں بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی خالہ جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی مگر خالہ جان نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور جواباً فرمایا اب میں ایسے شخص سے ہرگز کلام نہیں کرونگی جس نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے صدقات و خیرات کو تنقید کا نشانہ بنایا اس پر عزیز بھانجے حضرت عبداللہ نے معذرت پیش کی اور بڑی کوشش کی کہ اجازت مل جائے لیکن ہر ممکن کوشش رائگاں گئی۔ بالآخر اجازت نہ ملی کیونکہ انکے نزدیک جرم بڑا سنگین اور دین کی روح کے منافی تھا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر نے چند قریشی حضرات کا سہارا لیا اور انکی سفارش

سے خالہ جان کو راضی کرنا چاہا مگر ان کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی دن گزرتے گئے ابن زبیر کی بے قراری بڑھتی گئی اور ابن زبیر کے دن اور رات بے چینی کے عالم میں گزرنے لگے۔ آخر ابن زبیر کی گریہ زاری پر قدرت کو رحم آ گیا اور اس پریشانی سے نجات کا غیب سے سامان ہوگیا کہ حضور ﷺ کی امی جان کے رشتہ داروں میں سے کچھ لوگ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لئے آ گئے ان میں عبدالرحمان بن اسود اور مسور بن مخرمہ بھی تھے۔

وکانت ارق علیهم لقرابتهم من رسول الله ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ انتہائی مہربانی فرمایا کرتی تھیں۔

حضرت ابن زبیر نے موقع غنیمت جانا اور فاستشفع الیها برجال من قریش وباخوان رسول الله ﷺ۔ حضرت عائشہ تک رسائی کے لئے آپ کے بھانجے حضرت ابن زبیر نے قریش کے چند اکابرین اور حضور ﷺ کے ننہالی بزرگوں کو وسیلہ بنایا جب ان عزیز ترین اور قابل احترام ہستیوں نے سفارش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھانجے ابن زبیر کے ساتھ انتہائی درجے کی ناراضگی ہونے کے باوجود ان بزرگوں کا انکار نہ ہو سکا اور آپ نے ان کی بات مان لی اور اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر سے بولنے کا وعدہ کرلیا۔

اس واقعہ میں حضرت عبدالرحمان اور حضرت مسور وسیلہ کی بہترین مثال ہیں یہ ابن زبیر کے لئے حضرت عائشہ تک پہنچنے اور انکو راضی کرنے کا وسیلہ بنے اس طرح ان کی امداد و اعانت سے حضرت ابن زبیر کا مقصود و مدعا حاصل ہوگیا۔ یہی وسیلہ کا لغوی معنی ہے۔

بیعت مرشد:

محسن انسانیت نبی مکرم ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو پوری انسانیت شرف انسانیت سے محروم ہو چکی تھی۔ انسانوں کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں مقصد زیست کیا ہے اور زندگی گزار کر کہاں پیش ہونا ہے۔ انسان حیوان جیسا کردار ادا کر رہا تھا اور ہر آن وحشت و درندگی کے دروازے پر دستک دیتے رہتے تھے۔ ان حالات میں خدا رب العزت نے انسانیت پر رحم آ گیا اور انسانیت کو صراط مستقیم سے آراستہ کرنے کے لئے نور مجسم کو آفتاب رسالت بنا کر خاکدان عالم میں چمکایا پھر حضور ﷺ نے انہیں درس انسانیت دیا ہدایت کا سبق پڑھایا اور توحید کے تقاضوں سے آگاہ کیا حکم دیا کہ ہماری بیعت کرو کہ تم چوری، شراب نوشی، بدکاری، بہتان بازی، چغل خوری اور ہر خلاف انسانیت کام سے اجتناب کرو گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بایعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی السمع والطاعة فی العسر والیسر والمنشط والمکره (بخاری)

ہم نے حضور ﷺ سے بیعت کی کہ احکام خداوندی سن کر اطاعت کریں گے۔ اور عیش و نشاط اور غم و کرب کی ہر حالت میں احکام خداوندی کی پیروی کریں گے۔

اس مبارک موقع پر اللہ کریم نے اعلان فرمایا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف اپنے نبی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلے سے خدا کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا ہے۔ اور خدا سے بیعت کی ہے۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله یدالله فوق ایدیهم۔ (پ ۲۶ سورۃ الفتح)

ترجمہ   بے شک وہ لوگ جنہوں نے آپ سے بیعت کی ہے۔
سوائے اس کے نہیں انہوں نے اللہ سے بیعت کی ہے۔ اللہ کا
دست قدرت ہاتھوں پر ہے۔

اس لئے وہ اپنے نبی پاک ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیں کہ انکے وسیلے سے خدا تک پہنچ گئے ہیں بعد والوں نے صحابہ کرام سے بیعت کی اور دو واسطوں سے خدا تک پہنچے پھر یہ واسطے اور وسیلے بڑھتے گئے یہاں تک کہ چودہ صدیاں بیت گئیں اب اگر کوئی ایسے کامل مرشد طریقت کی بیعت کرتا ہے تو وہ بے شمار واسطوں اور وسیلوں سے خدا اور رسول ﷺ تک پہنچتا ہے۔

تحریر

ابو اسامہ محمد رضوان وارث فریدی

مہتمم جامعہ فیض القرآن 15/SP پاکپتن شریف

گل ہائے عقیدت

بنام پیر و مرشد قبلہ محمد عارف حسین دامت برکاتہم العالی

سجادہ نشین

دربار عالیہ لکھن شریف جلو موڑ لاہور

از خادم دربار عالیہ

غلام اعظم جہلمی ثمہ باٹا پوری لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

الا انا اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

پیش لفظ:

یہ سنت اللہ رہی ہے کہ اس جہاں والوں کو جب بھی گمراہی کے اندھیروں نے گھیر لیا تو خالق ارض و سماء نے ان لوگوں کی راہنمائی کے لئے اپنے خاص بندوں کو چنا اور علم لدنی عطا فرما کر لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کا حکم فرمایا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ بندگان خدا کبھی نبی یا رسول کی شکل میں ہمارے سامنے آئے اور پھر صدیقین، شہداء یا صالحین کی صورت میں ہماری رہنمائی کرتے رہے۔ درجات کی درجہ بندی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوتی رہی۔ تمام انبیاء میں نبی آخر زماں محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات مبارکہ افضل و اعلیٰ رہی اور آپ کے بعد نبوت ختم کر دی گئی اور یہی کام پھر اُمت کے علماء اور اولیاء کرام کے سپرد کیا گیا۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور وقت کے نبی پر ایمان لانا اور قیامت کا پختہ یقین اور جزا اور سزا کا حق ماننا اور

مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان لانا اور رسولوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہی صحیح ایمان ہے اور وہ حق بھی یہی ہے۔ اور دنیا والے مختلف وجوہات کی بنا پر انبیاء اور اولیاء کرام کا انکار کرتے رہے ہیں۔ مثلاً سب سے زیادہ انکار کرنے والا طبقہ امراء کا رہا ہے جو یہ کہتے تھے کہ اگر نبی آنا ہی تھا تو غریبوں میں سے کیوں آیا۔ ہم میں سے کیوں نہیں آیا۔ دوسرے درجہ پر رشتہ داری کا سوال رہا کہ یہ ہماری ہی طرح کا انسان ہم میں سے ہے ہمارے خاندان کا فرد ہے اس میں کونسا کمال ہے جو یہ نبی کہلاتا ہے۔ تیسرا درجہ اُن لوگوں کا ہے جو کہ کہتے کہ اگر خدا نے نبی بنانا ہی تھا تو فرشتوں سے بناتا انسانوں سے رسول کیسے ہوسکتا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت پر غور کیا جائے تو ایک چیز قدرے مشترک ہے وہ انسانی انا ہے۔ لوگ اپنی ذات سے کسی دوسرے کو بلند دیکھنا ہی نہیں چاہتے اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا بنانے والا ہے۔ وہ جس کو چاہے بلند درجہ دے جسے چاہے ذلیل کردے۔ اور یہ دعویٰ شیطان کا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں میں آگ سے ہوں اور انسان مٹی سے ہے اور فرشتوں نے بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی عبادت کے لئے کافی ہیں۔ حکم ربانی ہوا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا علم سیکھایا جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ رب کریم علم لدنی عطا فرما کر ان ہستیوں کو سربلند کر دیتے ہیں۔ یہ اسی آدم کی اولاد ہے۔ تو فرشتوں سے اُن چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ لا نکلے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا تو رب تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم سے سب کچھ بتا دیا۔ فرشتے حیران رہ گئے۔

میری ان گزارشات کا مقصد قارئین کو یہ باور کرنا ہے کہ یہ اللہ کے چنے ہوئے بندے اور اللہ کے محبوب بندے عوام الناس سے درجہ بدرجہ بلند و بالا ہوتے ہیں۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خاص عنایت ہوتی ہیں اور ہم ماننے والوں اور نہ

ماننے والوں کے لئے اللہ کا خاص کرم و فضل ہوتا ہے۔ بات صرف اس خاص عنایت کو حاصل کرنے کی ہے جس کی قسمت میں ہوتی ہے وہ لے لیتا ہے اور بعض بدقسمت خالی رہ جاتے ہیں اور وہی لوگ ہوتے ہیں جو شیطان کی روش پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ اور جن پر اللہ کا کرم اور عنایت ہوتی ہے وہ ان نیک بندوں سے وابستہ رہتے ہیں اور اپنی اولادوں کو بھی اس راہ پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔

پیدائش:

حضرت بابا جی پیر محمد بخشؒ کی اولاد میں سے میرے پیرومرشد میرے رہبرو رہنما میرے محسن و مہربان میرے غمگسار و خیر خواہ میرے خیالوں کے محور و غزل میری زندگی میں روشن چراغ میری خواہشات کی بار آوری کے یقینی پیکر اور خاندان کے اجواب سپوت اپنے والدین کے واحد صاحب زادہ تھے۔ یوں تو بابا جی رحمتہ اللہ کے ور بھی فرزند دنیا میں تشریف لائے مگر منشاء خداوندی سے اوائل عمر میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے سرکار موہڑوی پیرومرشد محمد قاسم رحمتہ اللہ نے آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی پھر چھوٹی ہی عمر میں بلا کر اص نظر کرم فرمائی اور بابا جی رحمتہ اللہ کو آپ کے بلند مرتبہ اور دینی خدمات کے نیاء میں آپ کا مقام اور مرتبے کے متعلق بتایا۔ پیر محمد عارف حسینؒ درویش ابن ولیش تھے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بابا جی پیر محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کی شادی پہلے اپنے ہی عزیزوں میں ہوئی جو

کہ جلدی ہی اس جہان فانی سے تشریف لے گئیں۔ اُن کے بطن سے ایک بیٹی مسمات ہمشیرہ فاطمہ بی بی پیدا ہوئی۔

پھر نکاح ثانی کے لئے سرکار موہڑوی سے درخواست کی تو آپ نے میرے دادا جی میاں اروڑا سکنہ چھتن ضلع جہلم جو کہ بابا جی رحمتہ اللہ کے دوست بھی تھے اور کاروبار کے لحاظ سے بھی ہمسفر رہتے تھے، کے گھر کی طرف رجوع کرنے کو فرمایا۔ پیرو مرشد کا حکم پا کر بابا جی سرکار نے میرے دادا جی صاحب کو یہ گزارش فرمائی تو آپ نے سوچ بچار کے بعد ہاں فرمائی۔ اُن دنوں 100 میل کا سفر کافی ہوتا تھا۔ عزیز و اقارب نے اس فیصلہ کے خلاف کافی دلائل دیئے مگر میرے دادا جی صاحب جو کہ بابا جی کے واقف حال تھے نے یہ کہہ کر اُن کو خاموش کیا کہ جو کچھ میں اس درویش میں دیکھتا ہوں آپ نہیں جانتے۔ یہ شادی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرزند ذی وقار پیر محمد عارف حسینؒ کی صورت میں بابا جی کو عنایت فرمایا۔

حضرت خواجہ پیر محمد عارف حسین صاحبؒ کے زیرنگیں اکثر آپ کے بہن بھائیوں کا ذکر خیر ہوتا ہے تو آپ فرماتے میرے سارے بھائی میرے سوا پیدائشی ولی تھے۔ آپ ہمیشہ کسر نفسی سے کام لیتے اور اپنے آپ کو چھپا کر رکھتے۔ آپ کے ایک چھوٹے بھائی اوائل عمر میں ہی موہڑہ شریف تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں وزیر آباد کے قریب وفات پا گئے آپ سٹیشن کے قریب سامنے گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں کچھ لوگ اُس گاؤں سے آئے اور بابا جیؒ سے کہنے لگے کہ آپ کی تشریف لے آنے کے بعد قبر سے کلمہ شریف کی آواز بلند ہوتی رہی ہے اور اس کا معمول جاری ہے۔ پھر بابا جی نے فرمایا جاؤ اب وہ صبر فرمائیں گے۔

ایک دوسرے پیر صاحب کے بھائی مسمی نذیر حسینؒ تھے جو کہ پیدائشی ولی اور

صاحب کرامت تھے۔ اُن کے متعلق مشہور ہے کہ ابھی چار پانچ سال کے ہی تھے تو اُٹھ کر وضو کیا کرتے۔ ایک دن مائی صاحبہ لنگر کی روٹیاں سویرے سویرے مریدین کے لئے پکا رہی تھیں کہ صاحبزادہ صاحب بیدار ہوئے قریب ہی لنگر خانہ تھا وہاں تشریف لے آئے مائی صاحب کو حسب معمول وضو کروانے کے لئے کہا۔ مائی صاحبہ نے کہا بیٹا تھوڑی سی روٹیاں رہ گئیں ہیں۔ یہ پکا کر وضو کرواتی ہوں مگر وہ بضد تھے۔ پھر اچانک چھلانگ لگا کر (لوہ) لوہے کا بڑا توا جس پر روٹیاں پک رہی تھیں اور نیچے آگ جل رہی تھی پر اور دونوں ہاتھوں سے روٹی پکانے والیوں کو روک دیا اور کہنے لگے پہلے مجھے وضو کروائیں۔ پھر روٹیاں پکانے دوں گا۔

ساری خواتین حیران ہوگئیں۔ ایک مائی صاحبہ وارث بی بی جن کا تعلق چھتن جہلم سے تھا۔ اور پیر محمد عارف حسینؒ کی والدہ صاحبہ کی خالہ تھیں، نے دوڑ کر بابا جی صاحب کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ نذیر حسین کو جا کر دیکھیں کہ لوہ کے اوپر کھڑے ہیں اور روٹی نہیں پکانے دے رہے۔ بابا جیؒ تشریف لائے محبت سے بیٹے کو اتارا اور فرمایا۔ ایسا نہیں کیا کرتے تو فرزند ذی وقار نے کہا کہ دیکھو جی بیل گاڑی چلاتے چلاتے پیر بن گئے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں ایسا نہیں کیا کرتے۔ بابا جی نے اُسے اٹھایا پیار کیا اور ساتھ لے گئے۔

ایک اور مقام پر مائی صاحبہ نے صاحبزادہ نذیر حسین کو فرمایا کہ بیٹا جاؤ اور خادموں کو کہو کہ ہمیں تھوڑی سی مٹی لا دیں تا کہ کچی سیڑھیوں کی مرمت کر لیں۔ یہ دن کے ایک دو بجے کا وقت تھا خادم باہر سے کام کر کے لنگر کھا کر آرام کرنے والے تھے۔ کسی نے مذاق سے جواب دیا۔ صاحبزادہ صاحب ہمیں کونسی آپ نے کھیر کھلوانی ہے کہ ہم آپ کو مٹی لا دیں۔ یہ مریدین کی صاحبزادوں سے محبت کا اظہار تھا۔ مگر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب ہم آپ کو کھیر کھلوائیں گے تب آپ مٹی لا

دینا۔ پھر اپنی چھوٹی سی نقل گاڑی جو کہ کھلونے کے طور پر رسی باندھ کر آپ **چلایا کرتے** تھے لے کر باہر نکلے اور آپ کے ساتھ کئی بچے ہو لئے ویسے بھی **عموماً 4 یا 5 بچے ہر وقت** آپ کے ساتھ رہتے۔ آپ نے بچوں کو کہا کہ مٹی لانی ہے **سب بچوں نے مل کر مٹی** کے ڈھیلے اٹھائے اور کچھ پیر صاحب کی کھلونا گاڑی پر رکھ کر گھر لاتے رہے۔ **تھوڑی ہی** دیر میں بہت سی مٹی جمع ہو گئی۔ مائی صاحب نے فرمایا بیٹا بس کرو۔ یہاں **سے فارغ ہو کر** جب صاحبزادہ صاحب دربار میں گئے تو خادم وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ **ایک بی بی سر پر** دیگچہ اٹھائے ہوئے دربار شریف میں داخل ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب **نے فرمایا بی بی** ہمارے خادموں کو کھیر کھلا دو۔ مٹی تو ہم لا چکے ہیں۔ مریدین حیران رہ گئے کہ **ابھی بی بی** نے سر سے دیگچہ اتارا نہیں مگر پیر صاحب کھیر کا کہہ رہے ہیں۔ واقعی **جب دیگچہ اتارا گیا** تو وہ کھیر تھی۔ بہت سی اور کرامات میرے ذہن میں ہیں مگر طوالت کے **باعث میں** یہاں پر ہی ختم کرتا ہوں۔ یہ واقعات بیان کرنے کا مقصد و محور یہ ہے کہ **جس نیک** بخت والدہ کے ایسے جگر گوشے اور والد نامدار کے یہ پھول تھے اُن کی **پاکیزگی، طہارت** اور بارگاہ خداوندی میں کیسا مقام ہوگا۔

صاحبزادہ پیر محمد عارف حسین کا بچپن بابا جیؒ کی زیر نگرانی نہایت **لاڈ اور پیار** سے گزرا۔ بے شمار مریدین کی موجودگی اور عزیز و اقارب کی مشفقانہ اداؤں **میں پروان** چڑھنے والا یہ مستقبل کا ولی کامل اپنی قسمت پر نازاں رہے۔ میرے **ساتھ خونی رشتہ** پھوپھی زاد کا تھا مگر ہم نے ہمیشہ پیر صاحب ہی کہہ کر پکارا میرے **والد صاحب جو رشتہ** میں حضرت کے حقیقی ماموں تھے مگر والد صاحبؒ نے بھی کبھی بھانجے **کے طور پر آپ کو** نہیں پکارا۔ پیر صاحب کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ جب کبھی **جہلم تشریف لے جاتے** ہمارے لئے عید کا سا سماں ہو جاتا۔ دوہرے رشتے کے سبب **بہت پزیرائی کی جاتی۔** گاؤں میں ہمارا خاندان اور سرکار کے بہت سے مرید تھے اور **ہمارا خاندان تمام ہی**

آپ کا مرید تھا اور ساتھ ہی ساتھ نانا، نانی، ماموں، ماموں زاد، اور خالائیں اور خالہ زاد بہن بھائی، مختصر جو محبت پیر صاحب کو وہاں نصیب ہوتی وہ اپنی مثال آپ ہی تھی۔ صبح دوپہر شام کھانے مختلف گھروں میں پکتے اور کچھ ناراض ہو جاتے کہ ہمیں باری نہیں ملی۔

بچپن میں میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ مائی صاحبہ بھی جاتیں تو ہمارے ہاں ہی تشریف لے جاتیں۔ صاحبزادہ صاحب ہمارے گھر کو اپنا گھر فرمایا کرتے۔ مائی صاحبہ کی محبت ہمارے ساتھ زیادہ اس لئے بھی تھی کہ میری دادی صاحبہ جب دنیا سے تشریف لے گئیں تو میرے والد محترم گود میں تھے جنہیں بعد میں مائی صاحبہ اور دوسری پھوپھی صاحبہ نے مل کر پالا تھا۔ اور والد صاحب نے بھی مائی صاحبہ سے انتہائی اخلاص سے روابط کا اظہار کئے رکھا۔ صاحبزادہ صاحب اوائل عمر میں تشریف لے جاتے تو والد صاحب کی کلے والی پگڑی ہر بار پیٹی سے نکلواتے اور بندھوا کر سر پر پہنتے آپ کی بات کو کوئی نہیں ٹالتا تھا۔ ہمشیرہ کے اکلوتے لاڈلے بیٹے کی ہر بات کو پورا کیا جاتا۔ میرے والد صاحب پانچ بھائی تھے اور پھوپھی صاحبہ بڑے بھی تھے اور ساری فیملی آپ کا بہت ادب کرتی۔ انتہائی محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور مائی صاحبہ کا رویہ عزیز و اقارب سے بہت ہی مخلصانہ تھا۔ اپنے تو اپنے غیروں سے بھی اس قدر محبت سے پیش آتے کہ ہر آنے والا یہی سمجھتا کہ مجھ سے مائی صاحبہ سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ کئی مریدین کی بیٹیوں کو پالا اور پھر شادی بھی کی۔

بابا جی محمد بخشؒ کی اولاد میں صرف تین بچے زندہ رہے سب سے بڑے ہمشیرہ فاطمہ بی بیؒ جو پہلی بیوی میں سے تھیں دوسرے نمبر پر صاحبزادہ پیر محمد عارف حسینؒ جو اکلوتے تھے۔ تیسری ہمشیرہ صابرہ بی بیؒ جو صاحبزادہ محمد مقبول کی والدہ ماجدہ

تھیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی بہنوں سے بہت ہی پیار تھا۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ جو آپ کی سوتیلی تھیں مگر کوئی گھریلو فیصلہ آپ کی رضا مندی کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ اُن کی شادی ''بہت''، ضلع امرتسر میں باباجیؒ کے وقت میں ہوئی۔ بچپن میں باباجیؒ آپ کو کاکا کہہ کر پکارتے تھے۔ لہٰذا آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پاکستان بننے پر آپ للکھن شریف ہی تشریف لے آئیں۔ پیر صاحب نے آپ کو بہترین گھر دیا۔ زمین دی اور تادم آخر یہاں پر ہی قیام فرمایا۔

صاحبزادہ نذیر حسینؒ کی وفات پر مائی صاحبہؒ بہت غمگین رہنے لگیں۔ اکثر دیر تک یاد فرما کر روتے رہتے اور بیماری کی سی کیفیت ہوتی چلی گئی۔ باباجیؒ بھی اُن کے وصال پر رو پڑے تھے اور فرمایا:

''یا اللہ ہم شاید اس قابل نہ تھے کہ یہ درگوہر بار ہمارے پاس رہتا۔ مگر ہم تیری رضا پر راضی ہیں۔''

گھر میں تمام طرف عجیب سماں رہنے لگا۔ مائی صاحبہؒ کی غمگینی نے ہر طرف اداسی پھیلا دی تھی۔

باباجیؒ بھی پریشان رہنے لگے۔ پھر ایک دن گھر میں مسکراتے تشریف لائے۔ مائی صاحبہؒ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''اب رونا نہیں۔ میں نے رب کریم سے ایک بیٹے کے بدلے آٹھ بیٹے منوا لئے ہیں۔''

لہٰذا اہل نظر و دل نے اس پیشگوئی کو آٹھ پوتوں کی شکل میں پورا ہوتے دیکھا۔ یہ وہ مرد درویش تھے جو اپنے مالک کی بات مانتے اور رب اُن کی باتیں مانتا تھا اور مانتا ہے۔

پیر محمد عارفؒ عموماً فرمایا کرتے کہ میں چھوٹی عمر میں باباجیؒ کے جلال و

درویشی سے خوف زدہ رہتا اور آپ کے بہت کم قریب رہا کچھ وقت تو تعلیم و تربیت کی وجہ سے دوری رہی اور کچھ اکلوتا ہونے کے باعث لنگر کے انتظام و انصرام میں گزرتا گیا۔ چھوٹی ہی عمر میں شادی کر دی گئی۔ لہٰذا درویشی کی ساری تعلیم میں نے باباجیؒ سے بعد از وصال حاصل کی۔ اہل دنیا کے لئے یہ بات عجیب معلوم ہوگی۔ مگر سارے علوم کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو جس کو چاہے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ انبیاء کرام کو علم کسی یونیورسٹی یا مدرسے سے نہیں ملا۔ اگر وہ چاہے تو ماں کی گود میں بھی اُن کو خطاب کروا سکتا ہے۔ اور اُمی رسول کو دنیا کی پیدائش سے پہلے اور یوم قیامت اور بعد از قیامت کے علوم مخفی کا علم بتا دیتا ہے۔

حضرت پیر محمد عارف حسینؒ کا امتیازی مقام رزق حلال کا کھانا اور کمانا۔ پھر مریدین کو اس چیز کی تلقین کرنا۔ رموز معرفت سے روشناس کراتا تھا۔ عملی طور پر بہت محنت فرمائی جس کی پیروی میں قریب رہنے لوگ بھی فیض حاصل کرتے رہے۔ اس چیز پر عملی کوشش کے طور پر باباجیؒ نے آپ کو کئی دفعہ خاص کام کرنے اور اُس کے نتیجہ حاصل ہونے تک نگرانی کرنے کو فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے آپ نے بخوبی انجام کو پہنچایا۔

خانقاہی نظام کا ایک اپنا اسلوب ہے۔ حاضر ہونے والوں کو تلقین کے ساتھ ساتھ ذاتی عمل کے دھارے میں ایسے رنگے جاتے ہیں کہ انسان کو خبر تک نہیں ہوتی اور انسان کی بساط کے مطابق رہنمائی کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اس چیز کا اندازہ آپ ذرا غور سے کریں تو عام لوگوں اور درویش کے پاس بیٹھنے والوں میں فرق سے پتہ چل جاتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں جب لاہور کے ایک کالج میں داخل ہوا تو چھٹی کے دن فارغ تھا۔ صاحبزادہ محمد سرور سلطان و دیگر ایک دو ساتھی ہم باہر والے باغ کی طرف گئے۔ باغ میں امرود پکے ہوئے تھے لہٰذا ہم نے امرود کھانے کا فیصلہ کیا۔ محمدی کنواں پر اُن دنوں انجن لگا ہوا تھا۔ اور کافی مکان بنے ہوئے تھے۔ امرودوں کی ٹہنیاں چھت پر لٹک رہی تھیں۔ باغ ٹھیکے پر دیا ہوا تھا۔ ہم نے بغیر اجازت باغبان کے امرود کھانے شروع کیے ہی تھے کہ پیر صاحب محمد عارف حسینؒ تشریف لے آئے۔ لہٰذا ہم چھت سے نیچے آ گئے۔

پیر صاحب نے ہم سب کو پاس بلایا اور فرمانے لگے کہ کیا حلال چیز کو حرام کر کے کھانا جائز ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ نے باغبان سے اجازت لے کر امرود کھائے نہیں۔ اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔ فرمایا کہ باغ ٹھیکے پر ہے اور آپ سب گھر والوں کی علیحدہ ڈالی مقرر ہے اگر باغبان سے اجازت لے کر اپنی ڈالی سے تڑوا کر جہاں سے آپ کا جی چاہے کھاتے تو یہ آپ پر حلال تھا مگر آپ نے اجازت نہ لے کر اس کو حرام کر دیا۔ مالی کو بلوایا اور معافی منگوائی گئی۔

اُس کے بعد یہ بات ذہنوں میں اس طرح بیٹھ گئی کہ واقعی حلال و حرام کیا چیز ہے۔ اور ندامت کیا چیز ہے۔ کافی دنوں تک ہم لوگ پیر صاحب کا سامنا نہ کر پائے۔ مگر اُس کے قربان جاؤں ساری زندگی کا سبق مل گیا۔

دوران تعلیم میں آپ کے ہاں ہی رہائش پذیر تھا۔ چھٹی والے دن عموماً صبح کے وظائف سے فارغ ہو کر ہمیں بلا لیتے اور فرماتے کہ چلو آج اپنا حصہ لنگر میں ڈالیں۔ باہر ہل جوتے جا رہے ہوتے خود آگے بڑھ کر ہل پکڑ لیتے۔ لازماً ہمیں بھی ایسا کرنا پڑتا۔ یہی حال دوسرے کاموں کا ہوتا۔ یہ بھی رزق حلال کے کمانے کی طرف ہمیں مائل کرنا تھا۔ آپ زمینداری کی نگرانی خود فرماتے رہے۔ سارے کاموں

کے لئے ذمہ داریاں صبح ہی تقسیم فرما دیتے۔ پھر خود جا کر ضروری ہدایات فرماتے اور سارا دن کھیتوں میں رہ کر کام مکمل کرواتے۔ ساتھ ہی ساتھ مریدین جو باہر سے تشریف لاتے اُن کے لئے دعا و حاجات کی تکمیل کے لئے ضروری ہدایات و دعا فرماتے جاتے۔

ایک سال بارشیں بہت کم ہوئیں گندم کی فصل کا موسم تھا بہت ساری زمین بغیر پانی کے پڑی ہوئی تھی۔ لہٰذا میرے والد صاحب مرحوم جو رشتہ میں آپ کے ماموں تھے کو جہلم پیغام بھیجا کہ کچھ بیلوں کی جوڑیاں لے کر آئیں زمین سیراب کرنی ہے تاکہ گندم بوئی جا سکے۔ لہٰذا ایک ٹرک میں آدمی اور بیل بھیجے گئے۔ دن رات کنوئیں چلائے گئے۔ اور زمین سیراب کی۔ والد صاحب نے اسی دوران عرض کیا پیر صاحب خدانخواستہ آئندہ سال بھی یہی حال ہوا تو پھر کیا ہوگیا۔ پھر پیر صاحب کو ڈیزل انجن لگوانے کا مشورہ دیا۔ جو لوگ قریب رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ پیر صاحبؒ نے میرے والد صاحب کی کبھی بھی کوئی بات ٹالی نہیں۔ اور وہ بھی مشورہ بڑا سوچ سمجھ کر دیا کرتے تھے۔ پھر کیا ہوا اللہ کا فضل تھا۔ ایک انجن منگوا لیا گیا وہ چل پڑا۔ بہت سود مند ثابت ہوا پھر دوسرا انجن منگوا لیا گیا پھر تیسرا منگوا لیا گیا۔ اللہ کے فضل سے بہت پیداوار ہوتی رہی۔ ایک بہت بڑا انجن جو باہر والے باغ میں پانی کے لئے لگایا اُس سے دوسرے بہت سے کام مثلاً آٹا پیسنے کی چکی، چاول چھڑنے والی مشین، روئی دھننی مشین، جانوروں کا چارہ کاٹنے والی مشین اور گنا بیلنے والی مشین لگائی گئی اتنے بڑے پراجیکٹ میں پیر صاحب کی خاص دلچسپی رہی۔

ایک دفعہ پٹے کی شافٹ کو بڑھایا گیا تو شافٹ کے نیچے کی فاؤنڈیشن کو تبدیل کرنا تھا۔ اُس کی مٹی کو ہٹا کر جگہ تبدیل کرنا تھا۔ وہ برجی بہت وزنی تھی کئی سو اینٹ اور سیمنٹ کی بنی ہوئی تھی مستری اور مریدین صبح سے لگے ہوئے تھے مگر وہ شفٹ

نہیں ہو رہی تھی پیر صاحبؒ بھی تشریف لے گئے کافی وقت دیکھتے رہے مگر کئی آدمیوں کے باوجود وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ بھائی ٹھہرو۔ اس کو رسہ باندھو اور خود ایک پاؤں ایک طرف اور دوسرا کھدائی کے دوسری طرف رکھ کر اوپر کھڑے ہوگئے۔ رسہ اپنی کمر جھکا کر اوپر باندھ لیا اور کمر کو سیدھا کر کے فرمایا جہاں فٹ کرنا ہے کرلو۔ مستریوں نے اسے نیچے اُتر کر فٹ کرلیا ہم پاس کھڑے حیران و پریشان کہ اتنا بڑا وزن آپؒ نے کیسے اٹھائے رکھا۔ یہ سب نورانی طاقت تھی۔

اسی جگہ گزرتے ہوئے آپ کی قمیض پلی میں پھنس گئی آپ کے ہاتھ دیوار کے ساتھ لگے اور پاؤں زمین پر پلی کے دوسری طرف تھے۔ انجن چل رہا تھا۔ آپ کی قمیض ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اترتی گئی مگر آپ کو جھکا نہ سکی۔ عام آدمی ایک سیکنڈ میں جان بحق ہو جاتا۔ یہ روحانی طاقت کا کمال تھا۔ آپ کے جسم سے خون تو بہنے لگا مگر آپ جھکے تک نہیں۔ ایسے واقعات کے بعد مائی صاحبہ صدقہ و خیرات بہت دیا کرتے تھے۔

ایسے ہی واقعات میں سے ایک دفعہ چھٹی کا دن تھا بابا جیؒ کا روضہ شریف بن رہا تھا گنبد کے اوپر مستری صاحبان بیٹھے ہوئے تھے کہ پیر صاحب اور میں گھر سے نکلے۔ مستری نے آواز لگائی کہ اینٹیں نہیں ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہم بھی اس کار خیر میں حصہ ڈالیں۔ میرا ہاتھ تھاما اور نیچے پڑی ہوئی اینٹوں کے پاس کھڑے ہوگئے۔ ایک اینٹ آپ نے اوپر پھینکی اور دوسری میں نے پھینکی۔ پھر آپ نے فرمایا ایسے نہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ اینٹ اوپر جائے۔ پھر آپ نے اینٹ پکڑی اور اللہ کی ضرب لگائی۔ اینٹ اوپر گئی اور پکڑنے والے نے جو آدمی اوپر کھڑا تھا پکڑ لی۔ دوسری اینٹ آپ کے حکم کے مطابق میں نے بھی اللہ کے ساتھ پھینکی جو ذرا تیزی سے اوپر گئی۔ اگلی اینٹ صاحبزادہ صاحب نے جو ضرب لگا کر بھیجی تو اوپر پکڑنے والے

سے بمشکل پکڑی گئی۔ آگے میری باری تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے جو نگاہ ولایت مجھ پر ڈالی میں نے اینٹ پکڑی اور زوردار آواز میں اللہ کہہ کر جو اینٹ پھینکی تو وہ گنبد کو کراس کرتی ہوئی روضہ شریف کی دوسری طرف جا گری۔ صاحبزادہ صاحب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور محبت سے فرمایا بس، میرے والد صاحب بھی تھوڑی دور کھڑے یہ نظارہ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

ایسے واقعات دراصل ہم لوگوں کو یاد خداوندی کی طرف مائل کرنا مقصود ہوتا ہے اور اپنی نظر کرم سے کاموں میں برکت ہو جانے کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کی صحبت بندوں کے لئے باعث نعمت ہوتی ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک اور چیز جو میں نے اس واقعہ سے معلوم کی ہے وہ کہ اللہ والوں کی کرامات دنیا والوں پر اسی طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ اور مجھ جیسے ناسمجھ لوگ اُس کو اپنی بڑائی سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ حقیقتاً یہ سب اُن کی نظر کرم کا کمال ہوتا ہے۔ خانقاہوں سے مخلوق خدا کے احوال اسی طرح سے تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی زندگی کے شب و روز کے اعمال اُن کے صبر و رضا کی انتہا لوگوں سے سنت رسول کے مطابق برتاؤ اور ساتھ ساتھ اسلام کے اصولوں پر کار بند رہنے کی تلقین اور اُس کے فوائد کی تکرار زندگیوں کے رُخ بدل دیتی ہیں۔

کرامات کا ذکر چل پڑا۔ اسی زمانے کی بات ہے کہ روضہ شریف بن رہا تھا۔ ریت ختم ہونے کو تھی، خادم نے آ کر کہا پیر صاحب اگر آج ریت نہ آئی تو کل کام نہیں ہو سکے گا۔ فرمایا اچھا۔ باہر جاؤ کھڑے ہو کر خلیفہ رحمت کو آواز دو کہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ ریت بھیجو۔ خلیفہ رحمت صاحب کا گاؤں لکھن شریف سے تقریباً دس میل دور

راوی کے کنارے واقع ہے۔ آواز دینے والے نے لکھن شریف سے بحکم پیر صاحب آواز دے دی۔ اُسی دن پچھلے پہر ریت کی بھری ہوئی ٹرالیاں پہنچ گئیں۔ بعد میں خلیفہ صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ہم نے پوچھا تو فرمانے لگے۔ میرے عزیزوں میں شادی تھی میں وہاں کھانا کھانے لگا تھا کہ میرے کان میں آواز آئی میں نے کھانا چھوڑا اور بچوں کو آواز دی ٹرالیاں تیار کر کے دریا کے کنارے لے گئے اور بھر کر روانہ کر دیں۔ جب خلیفہ صاحب آئے حاضری دی تو محبت کے ساتھ پیر صاحب مسکراتے ہوئے پوچھا! خلیفہ صاحب آپ کو کس نے ریت کے لئے کہا تھا۔ خلیفہ صاحب ہنسے اور فرمایا کہ جناب آپ نے تو آواز دی تھی۔ اپنے غلاموں پر نظر کی بات ہو جائے ایسا کئی بار ہوا کہ میں نے سرکار کو پکارا تو آپ مدد کو پہنچے۔

ایک دفعہ میں بہت بیمار تھا۔ اپریشن تک نوبت پہنچی۔ گجرات میں میرا اپریشن ہونے والا تھا کہ میں نے سرکار کو یاد کیا اور ساتھ ہی اُسی روز بابا کانواں والا سرکار جو ہسپتال سے قریب ہی تھے کا سالانہ عرس شروع ہونے والا تھا۔ میں نے بابا کانواں والا صاحب کو بھی عرض کیا کہ سرکار نظر کرم رکھنا میں صحت یاب ہو کر آپ کی حاضری دونگا۔

اپریشن ہو گیا۔ میں اپنے بستر پر بے ہوش پڑا تھا اور میرا بیٹا جمال اعظم بھی میرے قریب سو گیا۔ اچانک بابا جی کانواں والے تشریف لائے۔ میرا حال پوچھا اور تشریف لے گئے۔ اسی لمحے صاحبزادہ پیر محمد عارف حسین اور صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم تشریف لے آئے میں بے ہوشی کے عالم میں ہی ادباً بیٹھ کر ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھا رہا تھا۔ کہ میرا بیٹا بھی اچانک اٹھ بیٹھا اور اٹھتے ہی مجھے کہنے لگا ابو جی تایا جی تشریف لائے ہیں۔ میں نے بے ہوشی میں ہی اسے کہا کہ صرف تمہارے تایا جی ہی نہیں بلکہ تمہارے بھائی ابراہیم صاحب بھی تشریف لائے ہیں یہ الفاظ میں نے بے ہوشی میں اسے کہے۔ پھر وہ سنبھل کر کہنے لگا ابو جی آپ یہ کیا کر رہے ہیں کیونکہ میرا ہاتھ سرکار کی

طرف بڑھا ہوا تھا اور مجھے تو اپریشن کی وجہ سے لیٹے رہنا چاہیے تھا۔ بیٹے نے مجھے بستر پر لٹایا اور کہنے لگا کہ مجھے تایا جی کے آنے پر جاگ آئی اور آپ پہلے ہی ان سے مصافحہ کر رہے تھے۔ میرے بچے پیر محمد عارف حسین ؒ کو رشتہ کی وجہ سے تایا جی کہتے تھے اور ہم آپ کو سرکار یا پیر صاحب کہہ کر پکارتے ہیں۔ سو آپ کی نظر کرم ہم غلاموں پر ہر وقت رہتی ہے۔

میں یہ فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے خاندان پر میرے پیر و مرشد کا بہت ہی کرم ہے اور رہا ابھی حضرت پیر محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر تمام صاحبزادگان کی نظر کرم ہم پر رہی۔ میری منگنی کا وقت آیا میری ساس جو کہ بذات خود ولیہ تھیں نے میرے والد محترم اور مجھے دیکھ کر رشتہ کی ہاں کر دی۔ ہمارا گھر نہ دیکھا۔ رشتہ داروں کو نہ پوچھا۔ احوال اعمال کی پوچھ گچھ نہیں کی۔ خاندانی رکھ رکھاؤ کا نہ پوچھا۔ چہرے دیکھے رشتہ دے دیا۔ ہم چلے گئے بچوں نے ماں سے کہا کہ والدہ محترمہ آپ نے کچھ نہیں دیکھا کیا معلوم وہ کیسے لوگ ہیں۔ آپ نے ہاں کر دی۔

میری بیوی کہتی ہیں گھر میں ہم لوگ کافی پریشان تھے۔ رات کو مجھے خواب آیا کہ میں آپ کی طرف خط لکھ رہی ہوں۔ جب خط کا پتہ لکھنے لگی تو پریشان ہو گئی۔ کہ مجھے تو اُن کا پتہ ہی معلوم نہیں۔ خط کو ہاتھ میں پکڑ کر میں میری والدہ اور ہمشیرہ تانگے پر بیٹھ کر کہیں جانے لگیں کہ ایک بزرگ شخصیت آئی ہے۔ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ بیٹی یہ خط ڈالنا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ ہاں بابا جی مگر مجھے اُن کا پتہ معلوم نہیں ہے۔ بابا جی فرماتے ہیں کہ بیٹی آپ کو پتہ نہیں مگر مجھے تو اُن کا پتہ ہے۔ اور خط مجھ سے لے لیا ہے۔ صبح جب میں اُٹھی تو جیسے اطمینان سا ہو گیا ہو۔ میں نے یہ خواب والدہ محترمہ کو سنایا تو وہ بھی بولیں کہ میں نے ایسے تو رشتہ نہیں دے دیا تھا۔ یہ بات شادی کے بعد میری بیوی نے مجھے بتائی میں نے کہا کہ وہ بابا جی صاحب کی صورت مبارک تمہیں یاد

ہے کہنے لگی۔ اچھی طرح یاد ہے۔ پھر میں اُس کو لکھن شریف لے آیا 1964ء کی بات ہے بابا جی سرکار کی ایک بڑی تصویر بڑے دربار میں تخت پر پڑی ہوتی تھی۔ میں نے تصویر سے کپڑا ہٹایا تو بولی خدا کی قسم یہی وہ بابا جی ہیں جنہوں نے میرے ہاتھ سے خط لیا تھا۔

سو مریدین با صفا سمجھ لو اگر یقین کامل ہو تو ان سرکاروں کے پاس بہت کچھ ہے۔ اور خداوند قدوس سے آپ کی مدد کے لئے بہت کچھ لے کر دے سکتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ دنیا تو دنیا آخرت میں بھی یہ اولیاء کرام اپنے ساتھ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک ستر ستر ہزار آدمیوں کو لے کر جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

ہم اکثر ہفتہ وار چھٹی پر سرکار کی حاضری کے لئے جایا کرتے اور پیدل چل کر جانے کو ترجیح دیتے۔ حسب معمول ایک دفعہ میں اور میری بیوی حاضری کے لئے جا رہے تھے تو لکھن شریف کے قریب سڑک کے کنارے ایک چھوٹا سا بیری کا درخت تھا۔ میری نظر جو پڑی تو اُس پر ایک موٹا سا بیر لگا ہوا تھا۔ میں نے اسے اتارا اور دو حصوں میں کر کے ہم نے کھا لیا۔ پھر جب قبلہ پیر محمد عارف صاحب کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو اچانک پیر صاحب نے کسی خادم سے کہا کہ میرے پلنگ کے نیچے کیا ہے نکالو اور اعظم صاحب کو دو۔ خادم نے ایک لفافہ انگوروں کا بھرا ہوا نکالا اور برتن میں ڈال کر ہمارے آگے رکھ دیا۔ ہم سرکار کی باتیں سننے میں لگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا اعظم صاحب کھاتے کیوں نہیں۔ ''بیر بھی جنت کا میوہ ہے اور انگور بھی جنت کا میوہ ہے۔'' ہم دونوں میاں بیوی نے حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور انگور کھانے لگے۔ جو صاحبزادہ صاحب کی طرف نظر اُٹھی تو وہ مسکرا رہے تھے۔ دوسرے حضرات جو وہاں حاضر تھے اُن کو کیا خبر کہ ہم راستے میں بیر کھا کر

آئے تھے جس کا علم سرکار کو تھا یا ہم کو تو ایسے بے شمار واقعات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر اپنے مریدین پر ہر وقت نظر رکھتے ہیں۔ خواہ وہ گھر پر ہوں راستے میں ہوں یا اُن کے پاس ہوں۔

میرے والد محترم نے مجھے حکم لاگو فرمایا جب میری نوکری باٹا میں لگ گئی کہ بیٹا آپ کی ملازمت لاہور میں لگ گئی ہے۔ اور لاہور شہر علم کا گہوارہ ہے۔ میں تمہیں کہوں گا کہ جب واپس آؤ کچھ نہ لانا صرف علم لے آنا میں تم پر قیامت تک خوش ہونگا۔ الحمدللہ میں نے یہ حکم نبھایا۔ مگر ہر کام کے ساتھ ساتھ مشکلات بھی ہوتی ہیں۔ ان تمام مشکلات پر ہم نے اپنے پیرو مرشد کی نگاہ کرم سے قابو پایا۔ جب بھی حاضری نصیب ہوتی بیوی میرے بچوں کی کامیابی کے لئے دعا کرواتی رہتی۔

ان تمام واقعات میں صرف ایک کا ذکر کرونگا جو بہت ایمان افروز ہے:

میری بڑی بیٹی نائلہ انجم آپ کی دعاؤں سے جب ایم اے فائنل میں تھی تو اُس کی والدہ نے بابا جی سے عرض کیا کہ آپ کی بھتیجی کا یہ آخری سال ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عنایت فرمائے۔ پیر صاحب نے ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں بند فرمائیں۔ دعا فرماتے گئے اور ہاتھ بلند فرماتے گئے۔ حتیٰ کہ ہاتھ اپنے سر مبارک سے بھی اونچے چلے گئے۔ پھر فرمایا اللہ بلند مرتبے دے گا۔ امتحان دے دیا گیا۔ نتیجے کے دن قریب آنے لگے۔ میری بیٹی کو خواب آیا کہ میں رات ایک بلند منزلہ عمارت میں چڑھ رہی ہوں جب آخری چھت کے قریب پہنچی ہوں تو لرزنے لگی ہوں۔ عین اُسی وقت کوئی بزرگ چھت پر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بیٹا گھبرانا نہیں مجھے ہاتھ پکڑاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھایا ہے تو مجھے پکڑ کر چھت پر کھڑا کر دیا ہے۔

جب نتیجہ قریب آ گیا تو پھر خواب آیا کہ پیر محمد عارف صاحبؒ نے خواب

میں مجھے -/500 روپے کا نیا نوٹ عطا کیا ہے اور فرمایا کہ یہ میرے بیٹی کا انعام ہے۔
صبح جب مجھے یہ خواب سنایا تو میں نے کہا کہ ان شاء اللہ تمہارا رزلٹ بہت بہتر آئے گا۔ یہی ہوا چند دن میں نتیجہ آیا تو پیر محمد عارف حسینؒ کی وہ دعا جو بلند مرتبہ کے لئے کی گئی تھی۔ منظور ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی کو پہلی پوزیشن عطا فرمائی۔ اور رول آف آنر سے نوازا۔

نتیجہ سننے کے لئے وہ کالج گئی تو ہم نے شکرانے کے طور پر بابا جی کی حاضری کے لئے تیاری کی۔ جب ہم ٹاٹا پور سے لکھن شریف کے لیے روانہ ہوئے تو بیٹی بھی کالج سے واپس آ گئی۔ گیٹ پر ملاقات ہوگئی کالج سے بہت سے تحفے اساتذہ اور کالج فیلوز نے دیئے تھے باقی میں نے گھر بھجوا دیئے اور ایک بڑا ڈبہ مٹھائی کا ساتھ لیا اور بیٹی کو ساتھ لیا اور حاضر خدمت ہوئے۔

دربار شریف میں داخل ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے مٹھائی جب پلنگ پر رکھی تو فرمانے لگے یہ کیسی خوشی ہے کیسی مٹھائی ہے آج ہمارے ہاں کون آیا ہے یہ محبت بھرے الفاظ دہرا رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا سرکار یہ آپ کی دعاؤں کا صدقہ آپ کی بھتیجی نے ایم۔اے فائنل میں صرف پاس ہی نہیں ہوئی بلکہ فسٹ آئی ہیں۔ تو بہت خوش تھے ویسے آپ کو اس کا علم تو پہلے ہی تھا۔

میری اس بیٹی کے ساتھ پیر صاحب کو ویسے ہی محبت زیادہ تھی کیونکہ اس کی شکل و صورت پیر صاحب کی والدہ محترمہ اور میری پھپھی صاحبہ سے ملتی جلتی ہے۔ جب کبھی وہ حاضری کے لئے جاتی تو خوشی سے یہی الفاظ دہراتے آج ہمارے گھر کون آیا ہے۔ اور بعض اوقات محبت اور یاد کے آنسو بھی بہہ جاتے۔

رہی وہ خواب پانچ سو روپے کے نوٹ والی۔ تو پیر صاحب نے حسب معمول

گھر چائے کے لئے پیغام بھجوایا۔ چائے آ گئی ساتھ مٹھائی بھی آئی۔ ہمیں بڑے دربار کے ساتھ جو آپ کا کمرہ جہاں آجکل آپ کے نوادرات رکھے ہوئے ہیں وہاں بٹھایا اور خود دربار کے صحن میں دھوپ میں چارپائی بچھا کے تشریف فرما تھے۔ بیٹی نے چائے پینے سے پہلے وہ مٹھائی کا ڈبہ کھولا چند دانے مٹھائی کے پلیٹ میں رکھے اور پیر صاحب کے پاس لے گئی اور کہا تایا جی آپ بھی مٹھائی کھائیں نا۔ پھر کرم فرمایا ایک دانہ اٹھایا منہ میں ڈالا اور ساتھ ہی قمیض کے اندر ہاتھ ڈالا اور پانچ سو روپے کا نیا نوٹ بیٹی کو انہی الفاظ کے ساتھ دیا۔ جیسا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔
اس سے ثابت ہوا کہ اللہ والوں کا خواب میں آنا حکم فرمانا، عطا کرنا، کسی چیز سے روکنا یا جیسی بھی پوزیشن ہو سب حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔
ایک سال عرس شریف شروع ہوگیا ہم نے شام کو حاضری کا فیصلہ کیا۔ مگر جب میں کام سے واپس آیا انتہائی تھکا ہوا تھا۔ گھر والوں کو کہا کہ صبح حاضری دیں گے۔ آج بہت تھکاوٹ ہے۔ یہ کہہ کر میں عصر کی نماز پڑھ کے لیٹ گیا۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ پیر محمد عارفؒ تشریف لے آئے اور خواب میں ہی مجھے فرمانے لگے۔ ''آنا نہیں'' آؤ نا آپ کو اپنے دوستوں سے ملوائیں۔ پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھتے ہی گھر والوں کو کہا چلو تیار ہو جاؤ بابا جی نے بلوا بھیجا ہے۔
کرم کا یہ عالم تھا کہ ایک حاضری کے موقع پر بابا جی کے روضہ مبارک پر حاضری کے دوران جوش عشق جدائی میں میاں محمد بخشؒ کے چند اشعار درد کی کیفیت میں میں نے پڑھے۔ جب صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں اندر والے دربار میں حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی بیٹھے تو میرے چہرے کو دیکھتے جاتے اور وہی اشعار پڑھتے گئے ہم حیران تھے کہ ہم نے یہ شعر بابا جی کے مزار پاک پر پڑھے اور جواباً یہاں بھی وہی

اشعار سنائے جا رہے تھے۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حاضری ہوئی تو دل میں غم کے آثار ہوتے نظر کرم چہرے پر پڑتی تو جان جاتے آج دل کی کیا کیفیت ہے اور

نہ مکھڑا نہ مکھڑے دا تِل ویکھ دے

اللہ والے جے ویکھن تے دل ویکھ دے

کے مصداق باقی حاضرین کو باری باری فارغ فرما کر کمرے کا دروازہ بند کروا دیتے۔ پھر خواص کی داستانیں چھڑ جاتیں۔ اللہ اور اُس کے رسول کے تذکرے ہوتے۔ محبت و عشق کے وجدان میں خوب روتے اور رلاتے جب تسلی ہو جاتی تو دروازہ کھلتا۔ اہل نظر حضرات اکثر فرماتے۔ اعظم صاحب آپ خوش قسمت ہیں۔ تھوڑے وقت کے لئے آتے ہیں اور کرم نوازیوں اکٹھی کر کے لے جاتے ہیں۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے تو یہ اللہ اور اُس کے رسول کا کرم ہے کہ اُس نے اپنے خاص بندوں اولیائے اکرام کی خاص کرم نوازیوں سے ہم گنہگاروں کو بھی اپنے غلاموں میں جگہ دے رکھی ہے ورنہ ہم سے بہت ہیں جو اندھیروں میں زندگیاں گزار رہے ہیں اور گزار کر چلے گئے ہیں۔

اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کیا اندھیرا اور روشنی ایک ہو سکتے ہیں۔ دوسری جگہ حکم ربانی ہے:

''اے ایمان والو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

عزیزانِ محترم! بہت سی کرامات ہیں جو قبلہ پیر محمد عارف حسینؒ سے وابستہ ہیں جو اگر شروع کردوں تو کافی جگہ اور وقت درکار ہے آپ کی طرف سے وقت کی قید بھی آڑے آ رہی ہے لہٰذا اسی پر ختم کرتا ہوں۔ زندگی نے وفا کی اور آپ کی طرف سے اگلے پروگرام میں مزید طبع آزمائی ہوگی۔

اللہ کے یہ نیک بندے اُس کے خاص کرم کا عطیہ ہوتے ہیں:

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ کے ولی کو اُس کے شب و روز کے معمولات بندوں سے برتاؤ۔ صبر و رضا کے پیکر ہونا، بندگان خدا کی خدمت کرنا، اللہ اور اُس کے رسول کی یاد اور احکامات پر عمل پیرا ہونے سے پہچانا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا اوصاف میں سے کونسا وصف ہے جو قبلہ پیر صاحب میں موجود نہ تھا۔ لہٰذا وابستگان لکھن شریف بڑے ہی خوش قسمت ہیں کہ اُن کا تعلق ایک ایسے ولی کامل سے ہے جو ہر لحاظ سے بندگان خدا میں اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

الدعاء علیٰ الخیر والسلام

قطعہ سال وصال امام السالکین عمدۃ الاصفیاء قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ محمد بخش نقشبندی مجددی

نتیجہ فکر۔ حکیم محمد بشیر سہروردی

محمد بخش خواجہ نبی رحمت کا نشان ہے
سامان عفو بہر خستہ دلاں ہے۔
ہر لمحہ یاد رحمت عالم کی رہی ہمدم
"زاہد و وارث خلد" وہ فیض رساں ہے

۱۳۶۴ ہجری

قطعہ سال وصال امام الکاملین خواجہ نقشبند حضرت خواجہ محمد عارف حسین نقشبندی مجددی

نتیجہ فکر حکیم محمد بشیر سہروردی

نہ غم ہے نہ حزن اہل وفا کے لئے
زندگی وقف تھی خلق کی ہدا کیلئے
عارف کیلئے مژدہ ہے سال وصال آخر
سرخرو ٹھرے عابد مغفور باد بقا کیلئے

۱۴۱۰ھ

حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑہ شریف مری

تجھے کیا بتاؤں اے دل ربا تیرے سامنے میرا حال ہے — تیری اک نظر کی بات پر میری زندگی کا سوال ہے

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

نقشبندی مجددی
سجادہ نشین دربار لکھن شریف نزد جلو موڑ لاہور

پہلا سالانہ عرس مبارک	دوسرا سالانہ عرس مبارک	سالانہ ختم پاک
28-29-30	4-5-6	26 مارچ
جون	اکتوبر	کو ہر سال ہوتا ہے

بمقام: آستانہ عالیہ دربار لکھن شریف نزد جلو موڑ لاہور